



ماہنامہ
شمس الاسلام

کا

رحمۃ للعالمین نمبر

جنوری ۱۹۴۹ء



مترجمہ

افتخار احمد گویا کابل

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر نیشنل پبلیشرز ثنائی بستی پریس روڈ حاسہ چھپ کر پھیر پاکستان
سے شائع ہوا۔

رحمتہ للعالمین

(مولانا ظفر علی خان صاحب)

وہ اٹھا خاک بطحا سے سعادت کا میں ہو کر
عرب کے واسطے رحمت عجم کی واسطے رحمت
خدا نے اُس کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے
خدا پر تھا یقین پہلے ہی لیکن اسکا احسان
اُسی کا بحساب احسان ہم پر تھا کہ صدیقوں تک
نہ نکلی کوئی بات اسکی زبان سے تا دم آخر
خدا کی شان سے رونق ہے موجوداتِ عالم کی

علم بردارِ حق بن کر سپہ سالار دیں ہو کر
وہ آیا لیکن رحمتہ للعالمین ہو کر
چھنا ہے اس کا پر تو نورِ صبحِ اولین ہو کر
کہ آنکھوں میں یقین بچھرنے لگا عین یقین ہو کر
راہنما ستارِ اسلام کے زیرِ نگین ہو کر
نہ نکلی ہو جو زیبِ نطقِ جبرائیل میں ہو کر
وہ سب نبیوں کے بعد آیا مگر کیا کیا نہیں ہو کر

نمک پروردہ اُسکی شرم کے میں گننے میں
وہ شرم آئی جو عقبی میں شفیع المذنبین ہو کر

اظہارِ تشکر

جن احباب نے عزیز و محترم ستمہ النذر کی ولادت کی تقریب پر احقر کے ساتھ اظہارِ ہمدردی و تبریک
میں شرکت فرمائی ہے خواہ تقریری یا تحریری، احقر ان سب کا ممنون و مشکور ہے کیونکہ انفرادی طور پر شکریہ ادا کرنا مشکل
اسلئے ہمدرد کے ساتھ بالفاظِ بلا سب حضرات و احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے عاجز غلام حسین عفی عنہ۔

سالانہ خیزندہ

۷۸۶

ماہنامہ

شمس الاسلام (رحمتہ للعالمین نمبر)

ہر انگریزی
ماہ کی گیارہ
تاریخ کو شائع
ہوتا ہے +

عوام سے
معاذین سے
طلبہ سے

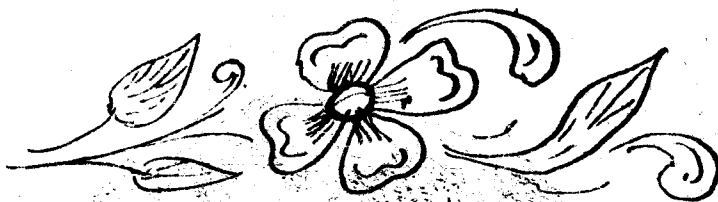
نمبر ۱

بھیرہ مغربی پنجاب بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۴۸ء

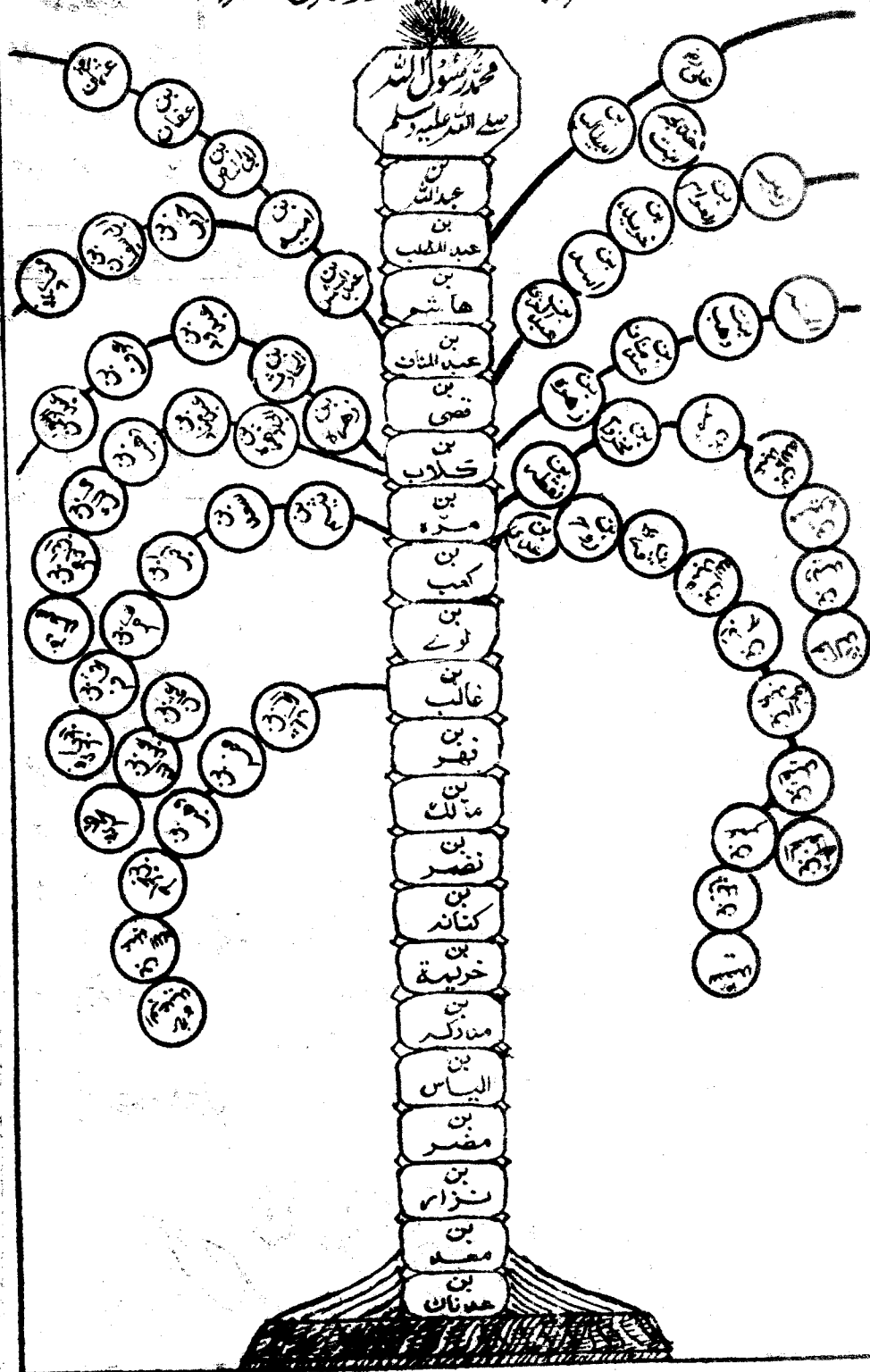
جلد ۲۰

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان مضمون	صاحب مضمون	نمبر شمار	عنوان مضمون	صاحب مضمون
۱	رحمتہ للعالمین	مولانا ظفر علی خان صاحب	۶	رحمتہ للعالمین و داعی اسلام	مولانا عبدالحق صاحب
۲	شجرہ طیبہ	" " "	۷	انسانیت کا درجہ کننا بند کیا	مولانا عبدالحق صاحب
۳	رحمتہ للعالمین کی آداور	مولانا ذبیحہ الحق میرٹھی	۸	مدارس عربیہ اور علوم دینیہ	مولانا عبدالحق صاحب
۴	تکلیف اخلاق	فیض لدھیانوی	۹	سے مسلمانوں کی افسوسناک	مولانا عبدالحق صاحب
۵	رسول مآشقی	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۰	بے اعتنائی	مولانا عبدالحق صاحب
۶	السود حسنہ	ادارہ	۱۱	گلزارِ مدینہ	فیض لدھیانوی
۷	بزم العلماء	مولانا افتخار احمد صاحب	۱۲	قطرہ تاریخ	مولانا عبدالحق صاحب
۸	رحمتہ للعالمین کی حیات پاک	مولانا عبدالمجید صاحب	۱۳	سلام بھنور رحمتہ للعالمین	مولانا عبدالحق صاحب
۹	یتیم ساراچ	دریا بادی	۱۴	اسلام کے روزندہ مجھ سے	مولانا عبدالحق صاحب
۱۰	حضرت رحمتہ للعالمین	مولانا سلطان احمد صاحب	۱۵	نفس چغتائی	زکریا جیل



شجره طيبة أصلها ثابت وفرعها في السماء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحمتہ للعالمین کی آمد اور تکمیل اخلاق

خلق عظیم کی تفسیر

(۱)

مد اللہ تعالیٰ علیہ والہٴ وسلم

تمہید

باری تعالیٰ عزاسمہ نے اپنے فضل عظیم و لطف کرم سے نبوت کی تعلیمات و ہدایات کا سلسلہ اس لئے جاری کیا تھا کہ بنی نوع انسان فکر و نظر کی کوتاہیوں، عقل و ادراک کی درماندگیوں، علم و بصیرت کی خامیوں، اوہام و خرافات کی ظلمتوں، اور عمل و کردار کی گندگیوں سے نجات پا کر صحیح علم و عمل، پاکیزہ تمدن اور مسرت افزا حضارت کے مالک بن جائیں۔ تمام انسان اپنی حیوانی و بہیمی طاقتوں کو مذہب بنا کر ملکی حضائیں اور ملکوتی اطوار کے خوگر بن جائیں۔ باہمی میل جول، محبت و رواداری، تعاون و تناصر اور امن و راحت کے ساتھ رہنا سیکھ لیں۔ اشتیاق و افراد جماعتوں، طبقوں اور قوموں کی خود سری و مطلق العنانی کا سد باب ہو جائے۔ افراد و اشتیاق کے ظلم و استبداد کی آفتوں اور فتنوں سے انسان محفوظ رہ کر حریت و مساوات اور امن و چین کی زندگی بسر کریں۔ اور اس طرح انسانیت کا بول بالا ہو جائے۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی جی اور جہاں کہیں بھی سعادت مند انسانوں نے آسمانی روشنی و ہدایت اور نبوت کی تعلیمات و ہدایات کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا۔ وہ تمدن و معاشرت اور اخلاق و روحانیت کی تمام مذکورہ بالا برکتوں، دولتوں، اور فیوض و کمالات سے بہرہ ور ہوئے۔ اور جن ضلالت پسند و نفس پرست انسانوں نے وحی نبوت سے منہ موڑ کر بت پرستی، ارواح پرستی، اکابر پرستی، عناصر پرستی، مادہ پرستی، شخصیت پرستی اور نفس پرستی وغیرہ گمراہیوں

کارستہ اختیار کیا۔ اور بجائے آسمانی روشنی کے زمینی روشنی پر چلنے لگیں۔ وہ بالآخر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہی ہوئی قوموں کے آثار تمدن عبدعاصر کے انسانوں کو پکار پکار کر اپنی داستان ضلالت سناسی ہیں۔

اسی طرح آج دنیا میں جہاں کہیں بھی مذہب، اخلاق، نیکی، شرافت، تہذیب، امن اور انسانیت کا کوئی نمونہ اور اثر ملتا ہے۔ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی کی تعلیمات و ہدایات کا خمیسا و برکت ہے۔ یہ جو آج آئیم غفر ضلالت، خدا کے باغی، بغض کے بندے، ظالم و مسند اور فاسق و فاجر، باب سیاست اقوام و افراد کی آنکھوں پر قومیت و وطنیت کی چٹی باندھ کر اور علاج انسانیت، تہذیب و شائستگی، ترقی و کامیابی، امن و قانون، جمہوریت و مساوات، عدل و انصاف اور سمدی و خیر خواہی کا نام لے لے کر انسانوں کو مذہب و اخلاق کا دشمن بنا رہے ہیں اور اپنے اپنے نظام ہائے باطل قائم کئے ہوئے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام ان اصولوں کی تعلیم دیتے تو ان مکاروں کو دنیا میں ایک دن بھی اقتدار نصیب نہ ہوتا۔ یہ ظالم مذہب کے اصولوں کو لے کر ہی انسانوں کو احمق بنا رہے ہیں اور ان کی بے خبری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

دنیا میں اخلاقی انحطاط، سیاسی ابتری اور اقتصاد کی کمیوں سے

نفس و شیطان کے فتنہ پیمانہ علم و قلم کی جولانیاں، حکمت و سیاست کی شیعہ بازیوں اور عقل و فرائض کی گنت آفرینیاں دکھا رہے ہیں۔ غلغلہ انداز خطبے دے رہے ہیں، شہرہ آفاق نقاشی کے ڈھیر لگا رہے ہیں۔ بڑے بڑے تالیفی ادارے قائم کر رہے ہیں۔ علمی سرگرمیوں اور شگفتہ تقریروں سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور زمین و آسمان کے تقابلے مار رہے ہیں مگر اصلاح احوال کا بال برابر اثر بھی کسی جگہ نظر نہیں آتا۔ تمدن کا فساد و زہنیں ہوتا۔ سیاست کے مذاہم میں کمی نہیں آتی۔ اخلاقی انحطاط و رذائل افزوں ہے۔ سیاسی ابتری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ معاشی کلفتوں اور رزق کی تنگیوں سے ساری دنیا چیخ رہی ہے۔ معاشرتی زبوں حالی زوروں پر ہے۔ عیش پرستی اور ظلم و جور نے تمام نام نہاد مذہب اقوام کو اندھا بنا رکھا ہے۔ کمزور قومیں انکی دست درازیوں اور ہوس اقتدار کا تختہ متحش بنی ہوئی ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں نقص، فتنہ، بد نظمی اور خرابی نہ ہو۔ اور ساری دنیا شیطان فی فتنوں کا آماج گاہ بن گئی ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ دنیا میں خدا کا آخری نبی رحمۃ للعالمین بن کر آیا۔

اس خاکدانِ تیز کو لقمہٴ نور بنایا۔ انسانی معاشرہ کو قہرِ ذات سے نکال کر اخلاق کے اوج کمال تک پہنچایا۔ اپنے باجبروت گردار اور خوارقِ عادت عظمتوں سے افراد کی سیرت و کردار میں ایک حیرت انگیز تغیر رونمایا۔ اپنی روحانی کشش، عرفانی جذب اور بلند و پاکیزہ تعلیم سے انسانوں کی تمام خلل واد فکری و عملی صلاحیتوں اور استعدادوں کو اُبھارا، چمکایا، پروان چڑھایا۔ اور ان کو تمام دنیوی و اخروی اوصاف و کمالات اور فیوض و محاسن سے نوازا۔ ہر طرح حق و صداقت اور انسانیت کا بول بالا کیا۔ فلاح انسانی کے پروگرام کو عمل و علم دکھایا۔ اور تمام انسانوں کے سامنے ان کی نجات و کامرانی کی تعلیم پیش کر کے عالمِ جادوئی کو سدھار گیا۔ گمراہی و صداقت کے دشمن، شرارت و ضلالت کے پیکر، نفس و شیطان کے بچاری اور عقل و بصیرت سے متنفر انسانوں نے اس آخری نبی کی نبوت کو نہ مانا۔ اس کی عالمِ افروز، انسانیت پرور، تمدن نواز، مسرت افزا اور حیات افروز تعلیم سے منہ موڑا۔ اور خود پرستی، خود بینی، خود رائی اور علمی رعوت و فرعونیت میں مبتلا ہو گئے۔ خدا کی جگہ مادہ کو دی۔ آخرت کے مقابلہ میں دین کو مقدم رکھا۔ رسالت کا قائم مقام لیڈری کو بنایا۔ شریعت کو دُور کا سلام کر کے بے دین سیاست کا سلسلہ جاری کیا۔ مذہب و اخلاق سے انکار کر کے، قومیت و وطنیت کے دُوبت تراشے۔ اور تمام اقوامِ عالم کو نفس و شیطان کے قبضہ میں دے دیا۔

خدا کو، نبی کو، یا قرآن کو، آخرت کو اور شریعت پر ایمان رکھنے والے ہی دنیا میں موجود رہے۔ اور آج بھی موجود ہیں۔ مگر ان کا وجود عدمِ برابر ہے۔ اور وہ نئے سب کچھ ہیں۔ مگر کرتے کچھ نہیں۔ خدا کو مانتے ہیں۔ مگر اس کے احکام کی اطاعت سے آزادی نہیں۔ بلکہ بیزار ہیں۔ نبی کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ضروری نہیں سمجھتے۔ نتیجہ یہ کہ کافر، مشرک، ملحد، بیدین، مادہ پرست اور مسلمان تمام کے تمام اپنی ساری حیوانی و دماغی قوتیں لہو و لعب، سیر و تفریح، راحت طلبی، نفس پرستی اور عیش و کوشی میں صرف کر رہے ہیں۔ بے تربیت اور بے لگام ہیں۔ اخلاقی انحطاط و پستی میں مبتلا ہیں۔ اور کسی کے سامنے بھی کوئی اعلیٰ اخلاقی لُصَبِ اُغیین نہیں۔

ایسی حالت میں دنیا کی تمام قومیں کیوں نہ مبتلائے عذاب ہوں۔ ان کی آخرت فراموشیاں اور بے اعمالیاں کیوں نہ رنگ لائیں۔ اور اقوامِ عالم کیوں نہ غیر فطری، تہذیب و تمدن کی ہلاکت خیزیوں کے جہنم میں جھونک دی جائیں!

پس انہوں اور غیروں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے۔ کہ آج دنیا میں ظلم و فساد اور ہلاکت و بربادی

کا دھڑکنا یہ ہے کہ دنیا والوں نے رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و ہدایت سے منہ موڑ رکھا ہے۔ جہاں
کے مہذب انسان اور متدین قویں اپنے محسن حقیقی کو نہیں پہچانتیں۔ اور وہی دہشت کے سامنے
سرسنگون نہیں ہوتیں۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تہذیب اخلاق

ارشاد ہوتا ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ لا اور اے نبی اہم نے جو تجھ کو بھیجا ہے۔ تو بس دنیا جہن کے
لئے رحمت کے لئے ہے۔

اس رحمت سے کیا مراد ہے؟ اور آپ تمام دنیا والوں کے لئے کیوں کر رحمت میں بہسواں پڑے۔
مگر رحمت کا استعمال دو معنوں میں آتا ہے۔ ایک تو وقت قلب یعنی دل کی نرمی۔ دوسرے اصلان پہلے
معنوں میں ارشاد ہوتا ہے :-

فَمَا كَذَّبْتُمُنَّ اَللّٰهُ لَقَدْ لَعَنَّكُمْ ۖ وَلَوْ كُنْتُمْ عَلٰی قَلْبٍ لَّامِنُوْا ۚ اِنَّ اَلْعَصٰی اَمِنْ حُرُوْكَ مِّنْ فَاَعَلْتُمْ
عَنْهُمْ وَاَسْتَعْمَلُوْهُمْ وَّشَارْتُمْ هُمْ فِی الْاَمْرِ ۖ اَللّٰهُ ۙ اِنَّ اَللّٰهَ کِی رَحْمَتُ سَے آپ کے نرمی کا براہوں سے اور
اگر موتے آپ وراثت کرو اور سختی تو وہ سب آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے ہیں مگر رولان سے اور
منفعت طلب کران کے لئے اور مشورہ لے لیا کران سے امر میں۔

مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کے بندوں پر حد سے زیادہ شفقت و مہربان تھے۔ آپ کی رحمت و شفقت
اپنوں، غیروں، دوستوں، دشمنوں، مومنوں، کافروں اور حیوانوں سب کے لئے عام تھی۔ آپ کا دھڑکنا
تھا کہ میں اس خدا کی طرف سے آیا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ لہذا آپ کی شفقت و مہربانی سب کی
کا اعلیٰ اور عالم انسانیت کے لئے عام اور یکساں تھی۔ آپ تمام جہانوں کے سب کی طرف سے سلام
عالم کے لئے مامور تھے۔ اسی لئے آپ نے خدا کی ساری مخلوق کے ساتھ کیانی شفقت فرما کر اپنے
رحمۃ اللہ علیہ ہونے کا ثبوت دیا۔

حضور کی رحمتہ للعالمین کی تشریح و تفصیل

انسان و جمیع مخلوق کے لئے رحمت کا نام ہے۔ جسم اور روح میں بنیاد سے جہان اور وطنی دونوں کی ضرورتیں تھیں

ہوتی ہیں۔ ان دونوں قسم کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے پر انسانیت کے کمال و فلاح کا درود رہا ہے جو انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے خالق ارض و سماء نے انسانوں کو عقل اور لہذا و جوارح عطا فرمائے ہیں۔ کہ وہ اپنی مادی اختیاجات کو خود سمجھیں اور مادی قوت و توانائی حاصل کریں۔ اور روحانی ضرورتوں کے ماتحت پروردگار عالم نے وحی و نبوت کا سلسلہ جاری کیا۔

حکمت بالغہ سے ہمارے روحوں کو ہمارے مادی جسمانی سے وابستہ کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل عظیم اور لطیف کریم سے جسموں کی بقا، صحت، نشو و نما اور قوت و توانائی کے لئے ہمارے ارد گرد ہر طرح کے سامان پھیلا دیئے ہمارے اندر فکری صلاحیت رکھ دی۔ ہمارے اندر ایسی قوتیں و ادبیت فرمائیں جن کی بدولت ہم دنیا کی تمام مادی چیزوں پر تصرف و تسلط حاصل کئے ہوئے ہیں۔ انسان اپنے مادی ڈھانچے کی پرورش اور مادی ترقی کے لئے جن جن چیزوں کا محتاج ہے۔ ان کے مہیا کرنے میں باری تعالیٰ نے کوئی کمی اور سبکی نہیں کیا۔ بلکہ خزانہ السموات والارض کی گنجائیں ہمارے حوالہ کر دیں۔ قرآن حکیم کا اعلان ہے:-
وَمَا كُنَّا بِمُكَافٍ لَهُمَا أَقْوَانًا سَوَاءٌ لِّلنَّاسِ بَالِغِينَ ہمارے تمام ذخیرے اپ تول کر رکھ دیئے ہیں جو ہر تلاش کرنے والے کے لئے برابر ہے)

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن دُونِهَا وَاللَّهُ لَبَدِّلُ سَمَكٍ بِسَمَكٍ وَلَهُ يَكُونُ لَكُم مِّنْ اَرْضٍ خَافٍ وَرَاسٍ يَوْمَ تُبْلَغُ اَرْضُكَ يَوْمَ تَكُونُ اَرْضًا مَّوَدَّةَ حَدِيدٍ
تمہارے فائدہ کے لئے زمین کو باطل رہ کر دیا ہے پس اس کے کنصوں پر چلو پھرو۔ اور اس کی پیداوار کو کھاؤ۔ (اگر اس بات کو نہ بھولو کہ)

تیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔
اے انسانو! کائنات میں غور و فکر کرو و حقائق کائنات کو سمجھو۔ اپنی مفید مطلب چیزیں دریافت کرو۔ اسی وکوش سے کام لو۔ اپنی عملی قوتوں کو کام میں لاؤ۔ اکتفا فی ایجاد مادی اور اختراعی کمالات کا مظاہرہ کرو۔ متاع دہوی سے خوب خوب استفادہ کرو۔ مگر مادی کامزائیوں میں ڈوب کر اپنے خالق اور اپنے مقصد حیات کو فراموش نہ کرو۔ مواد کے صحیح استعمال کا طریقہ آسمانی ہدایت سے متعین کرو۔ (اور آخرت کو بھی نہ بھولو)

یہ حقیقت ہر وقت سامنے ہے کہ تم اللہ کے بندے ہو۔ تمہیں اس کی اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرنی ہے اپنے روحانی و اخلاقی تقاضوں سے غفلت نہ کرو۔ اور اس پر ایمان لاؤ۔ کہ جس قدرت قادرہ جلیلہ فیاضہ نے فانی جسموں کے لئے یہ کچھ سامان کیا ہے۔ اسی نے تمہاری روح کی ضرورتوں کا انتظام بھی کیا ہے۔ روحانی منافع کا ذخیرہ بھی رکھا ہے۔ خالق ارض و سما کی ربوبیت و رحمت اس کا فیض محیط، لطف بے پایاں، اور خبر گیری کلائی روح و جسم دونوں پر حاوی ہے۔

چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پروردگار عالم کے آخری نبی تھے۔ اور اس خدا کے فرستادہ

یعنی جس نے تمام انسانوں کی جسمانی و روحانی ضرورتوں کا انتظام کیا۔ اس لئے آپ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ جس طرح پروردگار عالم اپنے فضل و انعامات اور ضروریات زندگی کے عطا کرنے میں کسی قوم کا خاص لحاظ نہیں کرتا۔ اسی طرح اس کے رسول کی بھی یہی شان ہے۔ کہ اس نے اپنی تعلیمات و ہدایات اور فوض و برکات کو کسی خاص قوم، کسی خاص ملک اور کسی خاص زمانہ تک محدود و منحصر نہیں کیا بلکہ تمام انسانوں کے لئے ان کو عام رکھا۔ دنیا والوں کے سامنے آپ نے عالمگیر صداقتیں اور اصول رکھے۔ اور قومی، ملکی، لسانی، نسلی اور لونی امتیازات و تعصبات کو مٹا کر کل نوع انسان کی فلاح و بہبود اور اصلاح و ہدایت کے لئے عالمگیر اصول پیش کئے۔ آپ نے تمام انسانوں کو کامل انسان بنانا چاہا۔ آپ نے اس خیال کو دور کیا۔ کہ کوئی قوم یا خاص نسل خدا کی برگزیدہ اور صرف وہی نجات کی مستحق ہے۔ آپ نے اس قسم کی تمام حد بندیوں کو توڑ دیا۔ نوع انسان کے درمیان منافرت، بعض و عناد اور ظلم و فساد پیدا کرنے والے تمام احوال و افعال کا سد باب کیا۔ آپ نے پیروں کے اندر ایسی وسیع الخیالی، بلندوصلگی، رواداری اور سمدردی پیدا کی جس کی وجہ سے مختلف مذاہب کے پیروں کے مابین ہم آہنگی، صلح و امن، خوشگوار معاہدات اور باہمی تعاون و تناصر کا سلسلہ قائم ہو جائے۔

رحمت عالم کی شفقت و ہمدردی آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسان کے یہ نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کسی ملک یا قوم یا کسی شخصیت کے ساتھ تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق تمام انسانوں سے ہے۔ یعنی آپ دنیا میں صرف اس لئے مبعوث ہوئے تھے۔ کہ آپ کا فیض تمام انسانوں کو پہنچے۔ اور آپ انسانیت کا بول بالا کریں۔

اس عظیم الشان مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ آپ دنیا کی قوموں اور ملکوں کو ایسے عقائد و فکار اور اعمال و کردار سے نجات دلائیں۔ جو عالمگیر اخوت و مساوات اور محبت و رواداری کی راہ میں حائل ہیں چنانچہ اس راہ میں خود مختار شخصی حکمران، ظالم و مستبد امراء، سرمایہ دار اور گمراہ و خود سرخس مذہبی پیشوا حائل تھے۔ سو آپ نے اللہ کی حاکمیت و فرمانبرداری کا تصور پیش کر کے انسانی حاکمیت کی جڑ کاٹ دی۔ حریت و مساوات کی تعلیم سے ظلم و استبداد کو مٹا دیا۔ زکوٰۃ و خیرات کے ذریعہ سرمایہ داری کو سنیام فنا دیدیا۔ اور انسانوں کو براہ راست خدا سے فائدہ برداشت و پابائیت کی جڑ پر چلنا سیکھا دیا۔

مختص القوم خداؤں کے تصور کی جگہ رب العالمین کا تصور باذہد دیا۔ دنیا والوں کو قومی خداؤں اور دہی و ذریعی انہوں نسلی تعصبات، لونی امتیازات، ملکی تفریق اور بین الاقوامی منافرت سے نجات دلا کر تمام انسانوں کو خدا کے واحد کے سامنے سر جھکانے کی تعلیم دی تاکہ تمام دنیا ایک خدا، ایک دین اور ایک مرکز پر

جمع ہو جائے۔ اور ایک عالمگیر اخوت میں تمام انسان منسلک ہو جائیں۔ یہ طلب ہے آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا۔ اھیہ ہے بنی نوع انسان پر آپ کی شفقت و ہمدردی کا روشن ثبوت۔

بنی رحمت نے انسانیت کا درجہ کتنا بلند کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن حالات میں نوع انسان کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے آپ نے دنیا میں کیا انقلاب عظیم پیدا کیا؟ اور انسانیت کا درجہ کقدر بلند کیا؟ ان امور کو سمجھنے کے لئے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ آپ نے پہلے دنیا کی مذہبی، سیاسی، روحانی، معاشرتی، اور تمدنی حالت کیا تھی؟ اقوام عالم کس منزل میں تھیں؟۔ سو سب جانتے اور مانتے ہیں۔ کہ تمام دنیا جہالت و حماقت و اہام و خرافات، وحشت و بربریت، کفر و شرک و فریق و فجور میں مبتلا تھی۔ تہذیب و تمدن کا چراغ گُل ہو چکا تھا۔ اقوام عالم کے دامن ظلم و تعدی کے گھٹاؤ نے دھوؤں سے داغدار ہے۔ نہ خدا کا صحیح تصور و اعتقاد موجود تھا، نہ انسان اپنی حقیقت سے آشنا تھا۔ اور نہ کائنات کی صحیح حیثیت کا پتہ تھا۔ خشکی و تیزی میں۔ انسان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے فنا دھپیلانا ہوا تھا۔ اور انسانیت بہت بری طرح تباہ و برباد تھی۔

انسانی عظمت کی مستحکم بنیاد

مگر آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں عرب کی کایا پلٹ دی۔ اور بنیاد ہی قبیل مدت میں پوری قوم کی قوم کو عظمت و گمراہی کی عمیق ترین گہرائیوں سے نکال کر انسانیت کے بلند و بالا مقام تک پہنچا دیا۔ نوع انسان کو اس منزل کا پتہ دیا۔ جس سے وہ غافل و نا آشنا تھی۔ خدا تعالیٰ کی معرفت کرائی۔

اس سلسلہ میں آپ نے سب سے پہلے خدائے واحد کی توحید کو قائم کیا۔ مخلوق کو خالق کے لئے ستارہ پر جھکا دیا۔ مدت کے بھٹکے ہوؤں کو معبود حقیقی سے بلایا۔ دنیا کو حید و خدا پرستی کی روح سے محروم ہو چکی تھی۔ اور کفر و شرک کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ آپ نے انسانوں کو بتلایا۔ کہ ان کو صرف اپنے معبود ہی کی اطاعت و بندگی کرنی چاہیے۔ انسان انسانوں کے غلام نہیں بن سکتے۔ الغرض عظمت انسانی کی مستحکم بنیاد قائم کرنے کے لئے توحید کامل کا پیغام دیا۔ اور یہی پیغام دراصل مذہب کی روح، خدا شناسی کی شرط اعلیٰ، انسانی شرافت کی بنیاد، عالمگیر امن کی اساس۔ عدل و انصاف کی جڑ اور تہذیب و دانش کی جان تھی۔

عالمگیر اخوت اور مساوات۔ دوسری چیز جو اپنے فلاح و سعادت انسانی کے لئے پیش

کی۔ وہ عالمگیر انسانی برادری کا قیام تھا۔ آپ نے نسل و قومیت کے اختلافات کو اٹھایا۔ اعلیٰ و ادنیٰ کی تفریق دور کی۔ ذات پات کے مبذول کو توڑا۔ امیر و غریب کی حد بندیوں کو اڑایا۔ وطنی اور قبائلی فخر و غرور کا سر نیچا کیا۔ اور تمام نوع انسان کو بلا تفریق و امتیاز کے ایک ہی صفت میں لاکھڑا کیا۔

آپ سے پہلے دنیا کی قوموں نے اپنے اعلیٰ اور امیر و غریب کی دو حدیں ایسی قائم کر لی تھیں جن کی وجہ سے دنیا شہر و فساد، مکاری و خونریزی اور ظلم و جبر سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے اعلان کیا۔

”لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت کے جڑے سے پیدا کیا۔ اور تمہارے خاندان و قبائل مقرر کئے۔ تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک مغز و کرم وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔“ (القرآن العظیم)

یعنی اچھائی و برائی، اشرافت و ذالت اور عزت و دولت کا دار و مدار قوم، ملک، نسل، خاندان، زبان، رنگ اور مال و دولت پر نہیں۔ بلکہ اچھے یا بُرے اعمال پر ہے۔

آج دنیا کا لے گورے کی تفریق و لعنت میں گرفتار ہے۔ خود ساختہ امتیازات کی بنا پر قومیں، دوسری قوموں کو حقیر و ذلیل تصور کرتی ہیں۔ ان کے حقوق پامال کرتی ہیں۔ ان پر برتر کے ظلم و تعدی کو روا رکھتی ہیں۔ ان کو کمزور و تباہ کر کے اپنے اغراض و مفاد پورا کرتی ہیں۔ اسی طرح ترقی یافتہ قومیں وطن پروری کے غلط معنے لے کر خلق خدا کو کٹھڑے کرے کر رہی ہیں۔ اور وطن پرستی کا یہ جذبہ بے گناہ انسانوں کا خون بے دریغ بہا رہا ہے۔ مگر نبی رحمتؐ نے ایک ہی لہہ میں اس خرابی و تباہی کی جڑ کاٹ دی۔ ارشاد فرمایا۔

کسی عرب کو کسی عجمی پر فوقیت و فضیلت نہیں۔ اور نہ گورے کو کالے پر کوئی تفوق و برتری حاصل ہے۔ بلکہ تم سب ایک ہو۔ کیونکہ تم آدمؑ کی اولاد ہو۔ اور آدمؑ مٹی کا پتلا تھا۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اس اخوت و مساوات کا بہترین نمونہ تھی۔ آپ کے دبا میں امیر و غریب سب یکساں میں۔ آپ کا بڑناؤ سب کیلئے یکساں تھا۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں اگر ایک طرف ابو بکرؓ و عثمانؓ و خنجرہ جیسے ارباب ثروت موجود تھے۔ تو دوسری طرف ابو ہریرہؓ اور ابوذرؓ جیسے مفلس اور بلالؓ و سلمانؓ جیسے غلام بھی موجود تھے۔ مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے مالداروں کو عرب یا پرترجیح دی ہو۔ سرایہ داروں کو کوئی خاص امتیاز اور حق دیا ہو۔ بلکہ آپ عرب یا ہی کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

غریب سے حُر، سلوک، سہرزدی، شفقت، اور فیاضی کی زبان سے ترقیب کرنا بڑی آسان بات

ہے۔ دنیا کا ہر فرعون، ہر مزود، ہر قارون، ہر ہٹلہ، ہر موسیٰ بنی، ہر سٹالن اور ہر جوہر لال غریبا کا حامی
 قیموں کا مدد، مزدوروں کا غمخوار اور مسکینوں کا مؤنس بن سکتا ہے۔ اپنے بلند بانگ اور خالی خوی
 لغزوں اور دعووں سے اللہ کی بھولی بھالی مخلوق کو اپنے دام تزیویر میں پھنسا سکتا ہے۔ مگر علیٰ زندگی
 اور معاملات کے میلان میں اگر بریلڈر، ہر نام نہاد مصلح، ہر ڈکٹیٹر، ہر صدر، ہر وزیر، ہر حاکم اور ہر
 امن پسند غریبوں کا دشمن اور کمزوروں کے لئے خونخوار بھیڑیا بن جاتا ہے۔

مگر دنیا میں ہمارے رسول مقبول ہی ہیں جنہوں نے انسانیت پروری اور غریبانواری کا عملی ثبوت
 دیا۔ آپ نے بیوہ، غریب، یتیم، مسافر اور نادار کی حمایت و مدد دی صرف زبانی اور الفاظ سے نہیں
 کی۔ بلکہ دنیا کے سامنے ایسی عملی مثالیں پیش کی ہیں۔ کہ جب تک انسانوں کی زبان پر علم و تاریخ کے
 الفاظ جاری ہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمیشہ ہمیشہ مظلوموں اور ستم زدوں
 کے لئے شفقت و راحت کی فیاض اور شاداب راہیں کشادہ کرتا رہے گا۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر نوع انسان پر یہ دوسرا احسان ہے جس کے بارگراں
 سے تمام انسانوں کی گردنیں ٹھکی ہوئی ہیں۔ یہ آپ ہی کی تعلیم کا عالمگیر اثر ہے۔ کہ دنیا کے تمام مکار
 و خوں غرض اور ظالم و مفسد ارباب سیاست و حکومت علوم کی بہبود اور غربا کی مدد کی کا نام لے کر
 مناصب و اعزاز اور جاہ و اقتدار حاصل کر رہے ہیں۔ اور غریبوں، مزدوروں کو بیوقوف بنا کر اپنا اوسیدھا
 کر رہے ہیں۔ یہ دنیا کے کمزوروں، غریبوں، مزدوروں اور ناداروں ہی کا حضور ہے۔ کہ دنیا میں رحمت عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کا استانہ رحمت موجود ہے۔ اور اسلام کی آغوش شفقت و راحت موجود ہے۔ مگر وہ اس
 طرف نہیں آئے۔ اور جمہوریت زدہ و اشتراکیت زدہ مکاروں کی طرف بھاگ بھاگ کر جا رہے ہیں۔
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تیسرا پیغام جس کے ذریعہ
حقیقی حریت و آزادی آپ نے انسانیت کا درجہ بلند کیا۔ اور پامال و در ماندہ

انسانوں کو اٹھایا۔ وہ حریت و آزادی کا انسانیت پرور پیغام تھا۔ آزادی کا جذبہ انسان کا فطری جذبہ
 اسی طرح حفاظت مال، حفاظت جان اور حفاظت ناموس کے جذبے بھی فطری اور طبعی ہیں۔ انسان
 چاہتا ہے کہ وہ آزاد رہے۔ اس کے جذبات اور اس کی خواہشات پر کوئی پابندی اور روک نہ ہو۔
 لیکن یہ جذبہ فوضویت اور انارکی کو پیدا کرتا ہے۔ اگر انسان کے لئے کوئی ضابطہ اور قانون نہ ہو۔ تو وہ
 حیوانوں سے بھی ہاتھ دھوئے۔ اور یہ دنیا بھلے انسانوں کے جھڑپوں، شیروں، چیتوں، گدھوں، اور
 کتوں کا مسکن نظر آئے۔ لہذا جہاں انسان آزادی کا طلبگار ہے۔ وہاں وہ مدنی الطبع ہونے کی

وجہ سے اجتماعی نظام کو بھی چاہتا ہے۔ پس انسان کی سچی آزادی، شرف و امتیاز اور امن و راحت اس میں ہے۔ کہ وہ ایک بہترین اور عادلانہ اجتماعی نظام کا مالک و حامل ہو۔

اجتماعی نظام کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ صاحب دانش و دانش اور علم و تجربہ رکھنے والے افراد انسان ایسا نظام خود مرتب کر لیں۔ دوسری صورت یہ کہ خود خالق کائنات اور پروردگار عالم اس نظام اجتماعی کو نازل فرمائے۔ اور انسان اس سے استغاثہ حاصل کریں۔ پہلی صورت میں حقیقی راحت و آزادی، امن، عالم، فلاح، جمہور اور پائیدار نظم کا حصول قطعی طور پر ناممکن ہے۔ انسانوں کی بنائی ہوئی حکومت خواہ شخصی ہو یا جمہوری یا کوئی اور اس کا یہ بنیادی نقص کمبھی دور نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ یا تو بعض ذہین و چالاک افراد کے ذہنی رجحانات، ذاتی اغراض و مفاد یا زیادہ سے زیادہ اکثریت کی خواہشات کے مطابق ہوگی۔ اس سے تمام کائنات انسانی عادلانہ عسری، سچی مساوات، جائز حقوق و مفاد اور پائیدار امن و راحت حاصل نہ کر سکے گی۔ اور تمام انسانوں کو کیساں آزادی میسر نہ آ سکے گی۔ پس دوسری ہی صورت انسانوں کے لئے صحیح و درست ہے۔ یعنی نظام حکومت انسانوں کا بنایا ہوا نہ ہو۔ بلکہ انسانوں کے خالق کا نازل کیا ہوا ہو۔ کیونکہ صرف وہی تمام انسانوں کا کیساں مرنی اور سب پر کیساں شفیق و مہربان ہے۔

گو اس حقیقت کو نہ نزول قرآن سے قبل لوگوں نے سمجھا۔ اھ نہ آج سمجھ رہے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ دنیا میں نہ حقیقی حریت و آزادی پہلے کہیں تھی اور نہ اب ہے۔ آزادی کے نام بھولے بھالے انسانوں اور کمزور قوموں کو غلامی اور جبر و استبداد کے شکنجے میں کسا جا رہا ہے۔ قانون کو خود قانون بنانے والے توڑ رہے ہیں۔ امن کا درس دینے والے بد امنی پھیلا رہے ہیں۔ اور حقیقی حریت و مساوات، اور جمہوریت و آزادی کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ انسانوں کو سرباہ داروں، لیڈروں، حاکموں اور خود غرض جھوٹے مذہبی پیشواؤں نے بہت بُری طرح غلام اور بے دست و پا بنا رکھا ہے۔ یہ ہمارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا انعام و احسان ہے۔ کہ آپ نے دنیا والوں کو حقیقی حریت و آزادی کا پیغام دیا۔ آپ نے بے باک دہل اعلان کیا کہ:-

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ اَلْاَكْثَرُ غَافِلًا (خدا کے سوا کوئی حاکم نہیں)

قرآنی تعلیم کی رو سے حکمرانی، اور فرمانروائی کا حقیقی حق صرف باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اسلام میں اقتدار سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں۔ انسان کو انسانوں پر حکومت کرنے کا حق نہیں حضورؐ نے یہ صرف اعلان ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اور اپنی امت کو بھی اس پر عامل کر دیا۔ حقیقت

میں آپ کل عرب کے شہنشاہ تو تھے ہی مگر آپ نے اپنے طرز عمل سے عجز و انکسار اور فقر و زندقہ الہبار کیا جو حال شروع بخت میں تھا۔ وہی فتح مکہ کے بعد رہا۔ آپ کے قلب الہی میں کبھی بھی حکومت پسندی کا خیال نہیں گزرا۔ کبھی کوئی نمایاں امتیاز و سلوک نہ چاہا۔ کبھی اپنی یہودی و عیسائی رعایا پر کوئی جبر اور ناروا سلوک ہوا نہ رکھا۔ عدل و انصاف، رحم و مسرت، حسن سلوک اور فیاضانہ خیالات میں کسی حالت میں بھی تبدیلی نہیں آنے دی۔ آپ نے اپنی عیسائی رعایا سے جو عہد نامہ کیا تھا وہ یہ تھا۔

وہ سیاسی اور مذہبی آزادی جو رسول مقبولؐ نے اپنی عیسائی رعایا کو عطا فرمائی

از جانب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنام رہبان کوہ صلینا و عیسایان بالعموم :-
اللہ سب سے اعلیٰ و برتر اور بڑی عظمتوں والا ہے۔ اسی نے انبیاء و رسل کو بھیجا۔ اور اس کی ذات اس سے پاک ہے۔ کہ اس کی طرف ظلم منسوب کیا جائے۔ خدا کے فضلوں کے تحت جو بندوں پر ہوتے ہیں محمد بن عبد اللہ خدا کے رسول نے اپنے تمام قومی و مذہبی لوگوں کے لئے یہ ہدایت نامہ تحریر کیا ہے جو عیسائیوں کے ساتھ ایک مضبوط و مستحکم عہد ہے۔ اور جس کا پورا کرنا ہم میں سے ہر ایک پر فرض ہے خواہ وہ عیسائی امیر ہو یا غریب، معزز ہو یا کوئی اور۔ وہ ہدایتیں اور عہد نامے :-

(۱) میری امت میں سے جو کوئی میرے عہد کو توڑنا چاہے گا۔ جو اس عہد نامہ میں درج ہے۔ تو وہ خدا کے عہد کو توڑنے والا ٹھہریگا۔ اور اس طرح وہ عہد کو توڑ کر خدا کے دین کا مخالف قرار پائے گا۔ اور اس قابل ہوگا۔ کہ اس کی قطعاً عزت نہ کی جائے خواہ وہ بادشاہ ہو یا عام آدمی۔

(۲) جب کوئی راہب سیر و سفر میں ہو یا کسی پہاڑ و ٹیلہ پر۔ کسی گاؤں میں ہو یا کسی قابل سکونت مقام پر، کسی خانقاہ میں قیام پذیر ہو یا کسی عبادت گاہ میں، تو خود اس کی اور اس کے تمام مال و اسباب کی حفاظت کی جائے گی۔ اس کی ہر قسم کی ادا و مجھ پر اور میری امت کے لوگوں پر فرض ہے کیونکہ وہ میرے اپنے آدمی ہیں اور میرے لئے قابل فخر ہیں۔

(۳) میں حکم دیتا ہوں۔ کہ تمام حکام ان سے کسی قسم کا جزیہ یا خراج وصول نہ کریں کیونکہ وہ نبیؐ مجبور نہیں کئے جاسکتے۔

وہ ان کے حج یا حکام کی تبدیلی کا ان کے سوا اور کسی کو حق حاصل نہیں اور وہ اپنی جگہوں پر بدستور بحال رہیں گے۔

(۵) احیب وہ سفر کر رہے ہوں۔ تو انکا کوئی مزاحم نہ ہو۔ اور کسی قسم کی ایذا نہ دے
۶۔ کسی کو حق نہیں کہ ان سے ان کے گرجے چھینے۔

(۷) ہیری اترت میں سے جو کوئی میرے ان معاہدوں کو توڑیگا۔ وہ خدا کے عہد کو توڑیگا۔

(۸) ان کے جج۔ حاکم، راجب، ملازم، شاگرد یا وہ جس کی روزی کے وہ کفیل ہوں۔ ان میں سے کسی سے بھی جزیہ نہ لیا جائے گا۔

(۹) ان لوگوں سے جو امن کے ساتھ تنہائی میں پہاڑوں پر رہتے ہیں مسلمان ان سے نہ جزیہ لے سکتے ہیں، نہ ان کی آمدنی میں سے عشر لے سکتے ہیں۔ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہیں لیا جاسکتا کیونکہ وہ اپنے گزارہ کے لئے محنت کرتے ہیں۔

(۱۰) دولان جنگ میں انکو اپنے خلوت کے مقاموں سے نہیں نکالا جاسکتا۔ نہ جنگ میں شامل ہونے کے لئے مجبور کیے جاسکتے ہیں۔

(۱۱) وہ عیسائی لوگ جو شہر کے باشندے ہیں اور دولت و تجارت سے استفادہ رہہ وافر رکھتے ہیں کہ جزیہ ادا کر سکتے ہیں۔ ان سے صرف استفادہ جزیہ لیا جائے گا۔ جو معقول اور انصاف پر مبنی ہو

(۱۲) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے شادی کر لے گی تو وہ مسلمان اپنی بی بی کی مرضی کے خلاف اس کو گرہا جائے، اپنی مذہبی عبادتوں اور ارکان کے ادا کرنے سے نہیں روک سکتا۔

(۱۳) کوئی شخص ان کو گرجوں کی مرمت سے نہیں روک سکتا۔ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجوں اور خانقاہوں کی مرمت یا کسی اور مذہبی معاملہ میں مدد کی ضرورت ہو۔ تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کی مدد کریں۔

(۱۴) کوئی شخص ان کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھا سکتا۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کی خاطر جنگ کریں۔ اور مسلمانوں کی باہر کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ ہو۔ تو ان عیسائیوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ماتحت ہیں۔ ان کے مذہب کی وجہ سے ان سے ذلت و حقارت کا سلوک نہ کرے

(۱۵) میں وصیت کرتا ہوں کہ میری امت میں سے کوئی شخص قیامت تک اس معاہدہ کے خلاف کوئی کوشش و حرکت نہ کرے۔ اور جو کوئی اس کے خلاف کریگا۔ وہ خدا اور رسول کا مخالف ٹھہریگا۔

(بانی پھر)

رسول ہاشمیؐ

(از فیض لدھیانومی بھلول)

اے رسول ہاشمی! اے نازش کون و مرکاں
تیرا ہم روح پرور ہے سرد در جاوداں
کیا بیاں ہو تیری عظمت دے جسز ہے قلم
کیا عیاں ہو تیری رفعت دے جسز ہے زبان
نیک سیرت، خوبصورت، خوش عمل، صادق ایمیں
رحمدل، ہمدرد، مخلص، عدل گستر، مہرباں
دین کی تبلیغ میں تو رات دن کوشاں رہا
حق پرستی کے عوض جھیلیں ہزاروں سختیاں
آگئی آخر خدا کے فضل سے فضل بہار
گلشن ہستی سے رخصت ہو گیا دوزخ سراں
تو نے پستی کے مکینوں کو بلندی کی عطا
تو نے صدیوں کے غلاموں کو بنایا حکمران
تشنہ کا مان صداقت کو صلائے عام ہے
اب بھی ہے دنیا میں تیرے فیض کا دریا رواں

اسوۂ حسنہ

اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفحہ

اعمال نبوت بحیثیت محتسب

احتساب

از مولانا ابوالکلام آزاد

احتساب ایک سنہری زنجیر ہے جس میں تمدن، اخلاق، مذہب، اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر اس کی بندشیں ڈھیلی پڑ جائیں۔ تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہو جائے۔ اسی غرض سے دنیائے احتساب کو مختلف سورتوں میں قائم رکھا۔ خاندانوں اور گنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کئے جن کی خلاف ورزی موجب ملامت بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے۔ سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ علماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا۔ جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمہیت بشری کو مجبور کرتا ہے۔ اگر یورپ کو اپنی تہذیب پر فخر ہے۔ کہ وہ انسان کی ہرزہ گدازت پر سختی کے ساتھ گرفت کرتی ہے۔ اگر رومن لار کو اپنے اوپر ناز ہے۔ کہ وہ دنیا کے فزائے متضادہ کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اگر یونان کو اپنے فلسفہ اخلاق پر گھمنڈ ہے۔ کہ وہ اخلاقی قواعد کی تربیت کرتا ہے۔ تو ہم کو ان کے بڑے بول سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ ہم رسم و رواج کے غلام نہیں۔ کہ یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ ہو جائیں ہم قانونی سختیوں کے برداشت کرنے کے خوگر نہیں ہیں کہ اپنے ہاتھ کو ہر تنگدستی کے حوالے کر دیں۔ قیاسات عقلی ہمارے ہی مذاقے روحانی نہیں ہے کہ یونانیوں کے طلسم میں پس جائیں۔ بلکہ ہمارے رگ اور پیٹھ ایک پاک مذہب کے سلسلے میں جکڑے ہیں۔ ہمارے گوشت و خون پر چمڑے کی جگہ مذہب کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ ہمارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذہبی احساس حرکت دے رہا ہے۔ پس ہم کو ہر دلفریب رسم و رواج، ہر مرعوب کرنے والے قانون اور ہر تخریک دینے والے فلسفہ کو چھوڑ کر اپنی باگ حرف اسلام ہی کے ہاتھ میں دیدہ بتی چاہیئے۔ اور اس پر فخر کرنا چاہیئے۔ کہ ۷

رشتہ در گردنم انگندہ دوست مے بر دہر جا کہ خاطر خواہ دوست
مذہب کی قوت اعتبار ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرض کر کے ہم کو تمام دنیا کی مادی و اخلاقی غلامی سے آزاد
کر دیا۔ لہذا کان لکفر فی رسول اللہ صلوٰۃ حسنہ یقیناً متہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں پوری
و اتباع کے لئے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم رسول اللہ کی تقلید کرو۔ کیونکہ ایک شخص کی تقلید کرنے
سے دوسرے اشخاص کی تقلید کی نفی نہیں ہو جاتی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ تمہاری تقلید صرف اسی پاک ذات
میں محدود ہے۔ کیونکہ تمہیں اعمال صالحہ کا یہ خزانہ دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس طرز بیان سے نہ
صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم کر دیا گیا، بلکہ ساتھ ہی دوسرے تمام بڑے
بڑے انسانوں کے اتباع کی نفی بھی کر دی۔ اس لئے صرف ایک ہی آفتاب ہے جس کی روشنی
ظلمت زار دنیا کی ہر اندھیری راہ اور ہر تیرہ و تاریک راستے میں ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔

جو غلام آفتابیم ہمہ ز آفتاب گوئم نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گوئم
اسی آفتاب کی روشنی سے اور ستارے بھی نور حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا اتباع بھی
ہم پر واجب ہو جاتا ہے بخیر المقرون قوی ثمة الذین یلوہم ثمة الذین یلوہم۔ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے
اس کے بعد ان لوگوں کا دور جو اس کے بعد آئیں گے۔ پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ان اسوۃ طہ کے
حسنہ کی تقلید کریں گے۔ اصحابی کا النجوم۔ میرے احوال مثل ستارے کے ہیں۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی اس
خصوصیت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ وهو الرسول النبی الامی المکتوب فی التورۃ والا انجیل یا مراب العرف
وینہی عن المنکر وکیل ہم الطیبات ویکرم علیہم الجنات۔ (۱۵۶: ۷) اور یہ وہی پیغمبر امی ہے جس
کی بعثت تورۃ و انجیل میں لکھی ہوئی ہے۔ وہ نیکی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ برائیوں سے روکتا ہے۔
پاک و مفید چیزوں کو ان پر حلال اور ناپاک و مضر چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

کستم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف تنہون عن المنکر و ذومنون باللہ
تم لوگ بہترین امت ہو جس کو خدا نے دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نمایاں کیا۔ تم نیکی کا حکم دیتے
ہو برائی سے روکتے ہو۔ اور خدا پر ایمان لانتے ہو۔

لیکن ان آیتوں کی عملی تفسیر ہم کو صرف احادیث کی کتابوں میں ڈھونڈنا چاہیے۔ جن کے ذریعے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مواقع احتساب کے ایک ایک جزئیات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ہدایت اور ارشاد کے لئے جو آفتاب و ستارے پیدا کئے تھے وہ ہمیشہ ضیا رہتے ہیں۔

اسوۂ نبوی

احتساب کی ترتیب اصلاح نفس سے شروع ہو کر بالترتیب عجب کے قبیلہ اور قوم تک منتہی ہو جاتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض احتساب کو اسی ترتیب کے ساتھ ادا فرمایا۔

صلاح نفس

آنحضرت کی ذات پاک جامع فضائل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام زلات کو معاف کر دیا تھا۔ بایں ہمہ آپ اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پھول کر پھٹ جاتے تھے۔ صحابہ نے اس ریاضت شاقہ کو دیکھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ پھر آپ کیوں اس قدر معروف عبادت رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ا فلا اكون ابدًا شکوراً۔ کیا میں خدا کے شکر گزار بندہ ہونے کی کوشش نہ کروں۔

چنانچہ جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے، جو قلب کو خدا کی طرف سے پھیر سکتے تھے یا نفس میں غرور و تکبر پیدا کر سکتے تھے۔ تو آپ نہایت سختی کے ساتھ ان کا انکار فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا۔ جس میں تصویریں بنی تھیں۔ آپ کی نظر پڑی تو فرمایا۔ مہطی عنافر الکت خانہ لا تنزال نقادیر تعرض فی صلاتی۔ ہمارے سامنے سے اپنا پردہ ہٹا لو۔ کیونکہ اس کی تصویریں ہمیشہ میری نماز میں خلل انداز ہوتی ہیں۔

ایک صحابی اور ایک یہودی میں جھگڑا ہو گیا۔ صحابی نے غصہ میں قسم کھائی۔ اور کہا۔ اسی خدا کی قسم جس نے محمد کو تمام دنیا سے افضل بنایا ہے۔ یہودی نے بھی قسم کھائی اور کہا۔ اسی خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام دنیا پر ترجیح دی ہے۔ صحابی نے اس پر غصہ میں آکر یہودی کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اس نے آنحضرت سے شکایت کی اس پر آپ نے حکم دیا۔ مجھے موسیٰ پر ترجیح نہ دو۔

احتساب قبیلہ و خاندان

خیرات گھر ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حکم دیا۔ اَنْزِرْ

عشیرتک الاقربین۔ اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کے آگے حق کو پیش کر دو۔ اور عذاب الہی سے ڈراؤ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو آپ نے اپنے تمام قبیلہ اور تمام خاندان کو جمع کر کے ایک پیغمبرانہ لہجہ میں اس علم الہی کو سنایا۔

”یا معشر قریش! یا معشر بنی عبد مناف! یا معشر بنی قحط! یا معشر بنی عبد المطلب! اے فاطمہؑ کی بیٹی! تم سب اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ کیونکہ میں تمہیں قیامت کے دن کچھ نفع و نقصان نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہؑ تجھ کو مجھ سے صرف جسمانی تعلق ہے۔ اور میں رشتے کی بیل کو صرف دنیاوی میاں سرسبز و شاداب رکھ سکوں گا۔“

یہ ایک عام احتساب تھا۔ لیکن مخصوص مواقع پر بھی آپ ازواج مطہرات اور اہل عیال کو نیکی کی ترغیب دیتے۔ اور برائی سے روکتے رہتے تھے۔ اہم سلسلہ سے روایت ہے۔ کہ آپ ایک رات اٹھے۔ اور فرمایا سبحان اللہ۔ آسمان سے غنہ و فساد کی بارش ہو رہی ہے۔ اور برکات و فضاہل کے خزانے کھل گئے ہیں۔ حجر وں میں سونے والوں کو (ازواج مطہرات) کو جگادو۔ کیونکہ دنیا کی بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں برہنہ نظر آئیں گی۔ ۲

آپ ترہ نفس اور استغناء و قناعت کی وجہ سے باوجود فقر و فاقہ کے اپنے اوپر تمام خاندان کے اوپر صدقہ کو حرام نہ دیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے ایک مرتبہ بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آپ کی نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکا کچ کچ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا۔ (۳) آپ ایک مرتبہ شب کو حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے۔ اور فرمایا تم لوگ اللہ کو تہجد نہیں پڑھتے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! ہماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ چلائے گا۔ تو جاگیں گے۔ آنحضرت خاموش ہو گئے۔ مگر اپنی ران پر انہیں کے ساتھ ہاتھ مارا۔ اور یہ آیت پڑھی۔

کان الانسان الاثر شقی جدلا۔ آدمی بُرا ہے جھگڑاؤ نے۔

عقائد

آنحضرت کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد صحیح عقائد تھا۔ عقائد میں بدترین چیز شرک فی اللہ تھی۔ اور آنحضرت نے صرف شرک ہی کے مٹانے کے لئے جہاد کیا۔ جو احتساب کی آخری منزل ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عقائد ہیں۔ جو عام و سترس سے باہر ہیں۔ اگر عام لوگوں کو ان میں غور و فکر کرنے کا موقع دیا جائے۔ تو نہ ہی عقائد میں بہت سے مفاسد پیدا ہو جائیں۔ اور اسلامی عقائد کی سادگی

فنا ہو جائے۔ جو اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اسی غرض سے آنحضرت نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت قرار دی تھی۔ کہ وہ غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ چنانچہ عہد نبوت میں جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ صحابہ کو نہ جرو تو بیخ کی ہے۔

ایک دفعہ صحابہ سکہ قضا و قدر کے متعلق مباحثہ کر رہے تھے جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دو عظیم و حرلیت متقابل فرقے پیدا کر دیئے۔ آنحضرت نے دیکھا۔ تو چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: **لَهَذَا خَلْقْتُمْ تَصْرِبُونَ الْقُرْآنَ بَعْضُهُ لِبَعْضٍ لَهَذَا حِلٌّ لَئِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ**۔ کیا تم لوگ اسی لئے پیدا کئے گئے ہو؟ تم لوگ قرآن کو گڈنڈ کر رہے ہو۔ گزشتہ قوموں کو اسی قسم کے لایعنی مسائل نے برباد کیا تھا۔

اسلام نے اگرچہ عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز عقائد کو مٹا دیا تھا۔ تاہم بعض بائیں باقی رہ گئیں تھیں۔ اور کبھی کبھی ان کا ظہور ہو جاتا تھا۔ عرب کا خیال تھا۔ کہ جب کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو سورج میں گہن لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم نے انتقال کیا۔ تو اتفاق سے اسی دن سورج میں گہن بھی لگ گیا۔ لوگوں کو خیال ہوا۔ کہ یہ حضرت ابراہیم کی موت کا اثر ہے۔ لیکن آپ نے فوراً اس خیال سے لوگوں کو روکا۔ اور فرمایا۔ چاند اور سورج میں کسی کے مرنے جیسے سے گہن نہیں لگتا۔

عبادات

عبادات چونکہ روزہ کی چیز تھی جس میں سہو و غفلت اور بے عزدانی کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ اس لئے آنحضرت کو اس کے متعلق احتساب کی اکثر ضرورت پیش آتی تھی ۲۱، اسلام نے ادائے نماز کے لئے جماعت کو واجب کر دیا تھا۔ لیکن اکثر لوگ اس میں غفلت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت نے جماعت میں چند اشخاص کو ڈھونڈا۔ تو نہیں پایا۔ نہایت برہم ہوئے۔ اور فرمایا۔ جی میں آتا ہے کہ ایک شخص کو امام بنا کر خود ان لوگوں کے پاس چلا جاؤں۔ اور لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر ان کو آگ میں پھینک دوں (۲۲) بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے تھے جس سے کاروباری اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے۔ ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی ضابطیت کی۔ آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آ گیا۔ اور فرمایا تم لوگوں کو مذہب سے متنفر کر رہے ہو۔ امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان میں مریض ضعیف کاروباری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ (۲۳)

نماز کا اصلی مقصد خشوع و خضوع ہے۔ لیکن جب کسی کے طرز عمل سے ان کا ظہور نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت اس کو تنبیہ فرماتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے نہایت غفلت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ۔

چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: "نماز کو پھر دہرائو" تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ اس نے تین بار نماز دہرائی اور اسے نیتوں بار ٹوٹا۔ آخر میں اس نے کہا۔ اب میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے تکبیر، قنوت، رکوع، سجود، قیام و قعود کے وہ طریقے بتائے جن سے اطمینان سکون، وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا۔ (۵)

عبادات اور مقدمات۔ عبادات کے متعلق آپ نہایت معمولی اور جزئی باتوں پر بھی گرفت فرماتے تھے۔ ایک بار مغرب میں تھے۔ نماز عصر کا وقت آگیا۔ صحابہ نے پاؤں کا مسح کیا۔ آپ نے دیکھا۔ تو دوسرے چلا کر آواز دی۔ ویل لا لعقاب من النار۔ اٹریوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

ابتداء اسلام میں نماز کے قیام کا حالت بالکل ابتدائی تھی۔ اور تمام جزئیات و فروعات ابھی واضح نہیں ہوئے تھے۔ اس طرح کا بتدریج ارتقاء مذہب کی ہر تعلیم میں ہوتا ہے۔ موجودہ ایک مدت کے تئیرات کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ ابتداء میں اکثر لوگ مسجد کے اندر تھوک دیتے تھے ایک مرتبہ آپ نے مسجد میں تھوک کا دھبہ دیکھا۔ خود اٹھے اور اپنے دست مبارک سے اس کو مٹا دیا۔ پھر فرمایا۔ نماز میں ہر شخص خدا سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لئے کسی شخص کو کعبہ کی طرف تھوکانا نہیں چاہیئے البتہ دائیں بائیں یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ (۶)

یہاں یہ واضح رہے کہ اس وقت مسجد کا فرش بچتہ نہ تھا۔ صحن مسجد اور عام سطح زمین میں سوا حدود عمارت کے اور کوئی امتیاز قائم نہ تھا۔ ریتلی زمین تھی۔ اور وہ ہر طرح کی رطوبت جذب کر لیتی تھی۔ لیکن اب مسجدوں کا داخلی حصہ بچتہ ہوتا ہے۔ پس وہاں تھوکانا مسجد کی صفائی اور نمازیوں کے حقوق نشست و مقام پر حملہ کرتا ہے۔

بدعت

نظام مذہبی کا سب سے زیادہ خطرناک مرض بدعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگرچہ اسلام اس مرض میں مبتلا نہیں ہو سکتا تھا تاہم جاہلیت کے زمانے کی بہت سی بدعتوں کی جھلک کبھی کبھی نظر آتی تھی اس لئے آپ ہمیشہ ان کے ہٹانے میں مصروف رہتے تھے۔ بدعت کی اگرچہ مختلف قسمیں اور مختلف مظاہر ہیں۔ لیکن اس کی بدترین شکل رہبانیت اور جوگ ہے۔ جو یہود و نصاریٰ کے مذہب کا جز بن گئی ہے۔ "وہبانیہ، البدعہ صحا" عرب پر چھٹکے یہود و نصاریٰ کا مذہبی اثر غالب تھا۔ اس لئے وہاں اس قسم کی بدعات پیدا ہو گئیں تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے

کا ندھوں پر ہاتھ رکھ کر جا رہا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؛ لوگوں نے کہا، اس نے پیدل چلنے کی نظر مانی ہے۔ ضعف کی وجہ سے بیٹھوں کے سہارے چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس نے اپنے آپ کو کیوں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے؟ خدا اس سے بے نیاز ہے۔ عقبہ بن عامر کی بہن نے خانہ کعبہ تک ٹنگے پاؤں پیدل جانے کی منت مانی، اور عقبہ کو آنحضرت کے پاس بھیجا، کہ پوچھ آئیں۔ آنحضرت نے فرمایا: سواری پر بھی جاسکتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ اور لوگ نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ بیٹھ کر سن رہے تھے لیکن ایک شخص کھڑا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: تو معلوم ہوا کہ اس نے تدرمانی ہے۔ کہ ہمیشہ کھڑا رہے گا۔ سارے میں نہ بیٹھے گا۔ کسی سے بات چیت نہ کرے گا۔ اور روزہ رکھے گا۔ آنحضرت نے حکم دیا کہ اس کی بیٹھنا چاہئے سارے میں آنا چاہیے۔ گفتگو کرنی چاہیے۔ اور روزہ کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ (۱۲۰)

اسی طرح آپ کو ایک شخص نظر آیا۔ جس کو ایک آدمی ناک میں ٹیکل ڈال کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ آپ نے اس کے ناک کی سی کاٹ دی۔ اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ۔ (۱۲۱)

لیکن بدعات سے زیادہ ان اصولوں کا مٹا نا ضروری تھا جن کی بنا پر بدعات پیدا ہوتی ہیں۔ بدعت کا سب سے بڑا حربہ تشدد و آمیز مذہبی انہماک ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے اپنے نظام عبادت کو نہایت سہل و آسان طریقے پر قائم کیا ہے۔ اس لحاظ سے اگرچہ خود اسلام کے سنگ بنیاد پر بدعت کی عمارت قائم نہیں کی جاسکتی تھی۔ تاہم ابتدا میں صحابہ کا ایک پر جوش و خملص گروہ نہایت شدت کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔ جب آنحضرت نے ایک دن پھوڑ کے روزہ رکھنا شروع کیا۔ تو اکثر صحابہ نے بھی اس کی تقلید کی۔ لیکن آپ کو نظر آیا۔ کہ یہی چیز بدعت کا پیش خمیہ بھی ہے۔ آپ نے صحابہ کو سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ اس پر بھی لوگ باز نہیں آئے۔ تو معمول کے خلاف متصل روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ کہ لوگ خود گھبرا کر باز آجائیں گے (۱۲۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کثرت صوم و صلوات سے اسی بنا پر روک دیا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بھی شدت زہد سے منع فرمایا تھا۔ اور آپ نے ان کی تائید کی تھی۔ (۱۲۳)

رسم و رواج کا انداد

رسم و رواج کو جب استحکام ہو جاتا ہے۔ تو بدعات کی ہرج ان کا پھوڑنا بھی نہایت شافی گذرتا ہے۔ حالانکہ اکثر حالات میں وہ بدعات سے کم ضرر رساں ثابت نہیں ہوتیں۔ اور بڑی قیامت یہ ہے کہ بعض اوقات مذہبی حیثیت پیدا کر لیتی ہیں۔

عرب میں بہت سی مفرر میں قائم ہو گئی تھیں۔ جن کی پابندی نہایت ضروری خیال کی جاتی تھی۔ اس لئے

بدعات کے ساتھ ساتھ ان کا اندراج بھی کیا گیا۔

عرب کے جذبات نہایت رقیق و لطیف تھے۔ اس لئے وہ اعزہ و اقارب کی موت سے نہایت متاثر ہو جاتے تھے جس کا اظہار مختلف حیثیتوں سے کیا جاتا تھا۔ عورتیں نہایت شدت کے ساتھ میت پر عمریہ و نثار ہی کو کرتی تھیں۔ منہ لوجہا بال منڈا ڈالنا۔ مگر بیان چاک کر دینا۔ شوہر کی موت پر برسوں تک خاص خاص ہاندیوں کے ساتھ گھر سے باہر نہ کرنا۔ مگر عرب کی عورتوں کا عام شعار تھا۔ آنحضرت نے تمام رسوم کو نہایت سختی سے مٹایا۔ لیکن شخصی حالتوں کے علاوہ میت پر قوی حیثیت سے بھی ماتم کیا جاتا تھا۔ یعنی قبیلہ کی بہت سی عورتیں جمع ہو کر میت کے محاسن و فضائل بیان کرتیں۔ اور باہم روتی تھیں۔ اسی رسم کا نام ”نباہ“ ہے۔ آنحضرت کے زمانے تک یہ رسم قائم تھی۔ لیکن آپ کے سامنے جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آئے۔ تو اس طرح کی عورتوں کو سختی کے ساتھ تنبیہ کی۔ حضرت ام سلمہ کو جب اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی۔ تو بہ حسرت بولیں۔ مسافر مسافرت میں اس پر اس قدر عمریہ و بکا کر دی گئی کہ یادگار رہے گا۔ چنانچہ اس غرض سے انھیں تو عرب کے کستور کے مطابق ایک عورت نے گریہ کیا۔ ہیں ان کا ساتھ دینا چاہا۔ آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا کہ اس گھر میں شیطان داخل کرنا چاہتے ہو۔ جس سے خدا نے ان کو نکال دیا ہے۔

جب حضرت جعفر بن ابی طالب کے قتل کے خبر آئی تو ان کی عورتوں نے اسی طریقہ سے لوہہ کرنا شروع کیا۔ ایک شخص نے آنحضرت کو خبر کی آپ نے منع کرنے کا حکم دیا۔ لیکن وہ ناکامیاب واپس آیا۔ آپ نے اسی غرض سے دوسری مرتبہ پھر اس کو بھیجا۔ اس پر بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ تو تیسری بار فرمایا کہ جا کر عورتوں کے کتہے میں خال جھونک دو۔ جنازہ کے متعلق بھی اسی قسم کی مستند درکیں پیدا ہو گئیں تھیں۔ مثلاً اہل عرب جنازہ کے ساتھ سواری پر جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشخاص کو دیکھا کہ وہ ایک جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر جا رہے تھے۔ فرمایا کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ فرشتے پہلے ہیں۔ اور تم سواری پر جا رہے ہو۔

جنازہ کی مخالفت صرف کرتے ہیں کہ کرتے تھے۔ اظہار غم کے لئے چادر اتار ڈالتے تھے۔ چادر عرب کا عام لباس تھا۔ آنحضرت نے اسی وضع میں چند اشخاص کو دیکھا تو فرمایا۔ کہ جاہلیت سے طریقہ پر عمل کر رہے ہو۔ جنازہ میں عورتیں بھی عمریہ و نثار کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ نے چند عورتوں کو بیٹھے ہوا دیکھا تو فرمایا۔ کہ بھئی ہو؟ بولیں ایک جنازہ کا انتظار ہے۔ فرمایا کیا اس کو غسل دو گئی؟ ان سمجھیں نے کیا نہیں۔ پھر فرمایا تو کیا لاش کو کندھا دو گئی۔ ان سمجھوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا تو کیا لاش کو قبر میں اتار دو گئی؟ بولیں نہیں۔ تو آپ نے فرمایا پھر واپس جاؤ۔

(باقی آئندہ)

رحمتہ للعالمین داعی اسلام نے انسانیت کا درجہ کتنا بلند کیا

(مولانا عبدالحلیم صاحب قلم لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کن حالات میں نوع انسانی کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے؟ آپ نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا؟ اور انسانیت کا درجہ کتنا بلند کیا؟ ان امور کو سمجھنے کے لئے پہلے اس کا اندازہ لگایا کہ اسلام سے پہلے دنیا کی مذہبی، معاشرتی اور روحانی حالت کیا تھا۔ قومیں اور نسلیں انسانیت کی کس منزل پر تھیں؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ آفتاب اسلام کی ضیا پاشیوں سے قبل سرزمین عرب پر جہالت چھائی ہوئی تھی۔ اور نہ صرف عرب بلکہ دنیا کا گوشہ گوشہ تاریک و رگڑے زمین کا چپہ چپہ تیر و تار ہو رہا تھا۔ دنیا حق پرستی سے نا آشنا ہو چکی تھی۔ کمرہ ارض کی تمام آبادی غیر الہی عبودیت و پستیش کی زنجیروں سے جکڑی ہوئی تھی۔ تہذیب تمدن کا چراغ گل فلسفہ و حکمت کا بازار سرد تھا۔ کائنات عالم کے صفحات کفر و شرک، فسق و فجور کے نقشہ نگار باطل سے ڈھکے ہوئے تھے۔ مومرہ عالم کے اوراق رہزنی و سفاکی ظلم و تعدی کے گھناوٹے صبروں سے داغدار ہوئے تھے۔ ظہر الفساد فی البر والنجس لیساکسبت ایدای الناس (الدیۃ)۔ ایسی حالت اور ایسے وقت میں جبکہ روح انسانی پتھر پر ہو رہی تھی۔ انسانیت تڑپ رہی تھی، کائنات کا ذرہ ذرہ تشنہ کام ہو رہا تھا بطبعی کی حکمت سے ایک نیم (فدا ابی دائمی) اٹھا اور عالم کے لئے رحمت بن کر نمودار ہوا۔ ایک پسار میں مدتوں کے مہو و غفلت جو تک اٹھے۔ برسوں کی سرمست خواب قومیں بیدار ہو گئیں۔ اور آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ جو کام جلیلہ انبیاء علیہم السلام کی سعی و کوشش سے ناتمام رہا وہ اس اکیلے صوف پائے تکمیل کو پہنچا یا۔ بلکہ تکمیل دنیا کا تحفہ بھی حاصل کر لیا۔ اور ارشاد باری عزوجل: **هو الذی ارسل رسولہ بالصدقی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ**۔

سردار انبیاء نے غور سے ہی عرصہ میں ملک کی پالیسی دی اور نہایت ہی ذلیل مدت میں پوری قوم کی قوم کو ظلم و مگر اچا کی عین ترین گہرائیوں سے نکال کر انسانیت کے بلند و بالا مقام تک پہنچا دیا آپ نے نوع انسانی کو اس منزل کا بوندہ و ماجس سے وہ غافل تھی اور اس جہتی کی معرفت کے جوئے پلائے جو کائنات کے ایک ایک ذرہ کا خالق اور وجود کا آخری سہارا ہے)

انسانی عظمت کی مستحکم بنیاد

خاتم الانبیاء نے نوع انسانی کی فلاح و سعادت کے واسطے کس طرح راستے صاف کئے۔ اور انسانیت کا رتبہ

آپ نے کس طرح بلند کیا اس کی روشن دلیل اور تین نبوت کی سیرت کھلایا ایک ایک واقعہ ہے۔ آپؐ خدائے واحد کی توحید کو قائم کیا اور مخلوق کو خالق کے آستانے پر جھکا دیا۔ مدت کو بیٹھے ہوؤں کو مشابہ حقیقی سے جا ملایا۔ دنیا توحید کی نعمت سے محروم ہو چکی تھی۔ عیسائی تین خداؤں کے فائل ہو کر دنیا کو گمراہی کی جہنم میں دھکیل رہے تھے۔ اور کفار حبشی ناپاک چیز کے بھروسہ پر عمل اور شرعیت کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ ایران میں آتشکدہ معبود تھا اور یزد و اہرمن دو خدا بنائے جاتے تھے۔ ہندوستان میں سید و گول نے مظاہر قدرت کو خدا بنا رکھا تھا۔ اور ہزاروں دیوتاؤں کے قلوب پر حکمرانی کر رہے تھے۔ غرض دنیا کے گوشہ گوشہ سے نوحہ و غیور ہو چکی تھی۔ اور شرک و کفر کا دور دورہ تھا۔ کلمہ کے معلم اسی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اگر سب سے پہلے دنیا کے سامنے کلمہ کا گلدستہ پیش کیا اور لا الہ الا اللہ کا پیغام سنایا۔ جو مذہب کی روح اور خدا شناسی کی شرط اول اور انسانی شرف کی بنیاد ہے۔ وہ توحید اور بتیت اور ربوبیت تھی جس کی جامع حقیقت ایک کلمہ لا الہ الا اللہ میں پنہاں ہے

عالمگیر اخوت و مساوات

وہ دوسری چیز جو آپؐ انسانیت کا درجہ بلند کرنے کے لئے پیش کی وہ عالمگیر انسانی برادری کا قیام اور ذات کی تفریقوں رنگ و روپ کے امتیاز اور نسل و قومیت کا مٹا نا تھا پیغمبر اسلام ہی دنیا کے وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے اعلیٰ و ادنیٰ کا تفرقہ مٹا یا اور کالوں و گودوں کا امتیاز فنا کیا۔ امیر و مغرب کی حد بدیاں توڑ دیں۔ وطنی اور قبائلی غرور و فساد کو کچلا اور تمام بنی نوع انسان کو بلا کسی تفریق و امتیاز کے ایک ہی صف میں لا کھڑا کر دیا۔ آپؐ نے اگر کوئی تفریق اور امتیاز کی کوئی حد قائم کی تو وہ صرف اعمال کی یعنی اچھے اور برے اعمال سے ہی انسان محزون و مسخّر اور ادنیٰ و ذلیل بنانا ہے۔ ان اکو مکرم عند اللہ (الفتح کمر) ترجمہ۔ خدا کے نزدیک مکرم و محترم وہ ہے جو تم میں سے نیک و پرہیزگار ہے۔ دنیا کی قومیں ہمیشہ مال پر ناناں اور مسخّر رہیں اور اسی چیز نے امیر و مغرب کی دو عالمگیر حدیں قائم کر دیں۔ اسی تفریق سے ہمیشہ نوع انسانی کو خون میں نہلایا۔ آج بھی اگر غور کرو تو شر و فساد و بیماریاں جو غریب و مسکین اور بوس ملک کی بنیاد اسی مال و دولت کو پاؤ گئے۔ لیکن آج سے یہ سادگی تیرہ سو برس پیشتر اسلام کا پیغمبر اُمتی اٹھتا ہے۔ اور چند غفلتوں میں امیر و غریب کی تفریق مٹا دیتا ہے۔ اور اسی وحی کا اعلان کرتا ہے کہ۔ و ما افواکم ولا اولادکم بالثی تقربکم عندنا ذلی الاصلن آمن و صل صالحاً الابۃ۔ تمہارے مال اور اولاد کو کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہیں ہمارے قریب کرے بلکہ ہمارا تعلق وہی حاصل کر سکتا ہے جو ایمان اور عمل صالح سے والا مال ہو۔

خود پیغمبر اسلام کی علی زندگی کیا تھی؟ آپؐ کے دربار میں امیر و مغرب و دولت مند ناقہ کش سب ہی تھے۔ لیکن آپؐ کا بڑاؤ سب کے ساتھ کیا تھا۔ آپؐ کی بارگاہ میں اگر ایک طرف ابوبکر و عثمان جیسے اُمراء موجود تھے۔ تو دوسری طرف اس شان سے ابو ہریرہؓ و ابوذرؓ جیسے فقرا اور بلالؓ و سلمانؓ جیسے غلام بھی موجود تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے مالدار کو غریب پر ترجیح دی ہو یا مسکین کو کسی خاص رعایت سے نوازا ہو۔ بلکہ اُس کے خلاف آپؐ غریب کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ آپؐ کا

بڑا تو اسی طرح جوتا تھا کہ دنیا کی دولت کی محرومی ان کے دلوں کو کوئی خفیف سادہ مہم بھی نہیں پہنچاتی تھی۔ آپ اکثر دُعا فرمایا کرتے تھے اللھم احنیف مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرۃ المساکین۔ (الحديث۔ اے خدا مجھے مسکین زندہ رکھ۔ اور مسکین اٹھا اور مسکینوں کے ساتھ میل و مشترک

انتیاء مراتب کا فقدان

آج دنیا امیر و غریب کی تفریق و بعثت میں گرفتار ہے۔ غریبوں کو امیر ذلیل تصور کرتے ہیں۔ اور ان کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔ لیکن آج سے صدیوں پہلے رحمۃ العالمین کی ہم نشینی کا غرض یہ زیادہ اگر کسی کو حاصل تھا۔ تو وہ غریب اور سیاہ فام جتنی حضرت بلالؓ ہی تھا۔ آپ بلالؓ کو دیکھ کر فرماتے تھے۔ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈ ہو گئی۔ اور جب بلالؓ کا انتقال ہوا۔ تو عمر فاروقؓ جیسے انسان جن کی سلطنت و ہیبت سے کسریٰ اور تفریق کے اندام پر لڑ نہ رہا۔ اللہ صومنا۔ افسوس آج ہمارا آقا و سربراہ محمدؐ ہم سے جدا ہو گیا۔ کہہ کر رو تا ہے۔ آج وطن کو پوجا جا رہا ہے۔ اور وطن پرستی کے غلط جذبہ نے غفلت خارا کو اس رستہ پر گامزن کر دیا ہے کہ وطن پرستی کے نام پر انسانی خون بے دریغ بہا یا جا رہا ہے مگر مساوات کے عملی پیغمبر نے ایک ہی جذبہ میں اس تفریق کی جڑوں کو کاٹ کر پھینک دیا تھا اور فرمایا۔

لا فخر لعیب علی عجمی ولا لاسود علی احمر کلکم بنوا آدم و آدم خلق من نواب (الحديث) کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں اور نہ گودے کو کالے پر بلکہ تم سب ایک ہو۔ کیونکہ تم آدم کی اولاد ہو اور آدم کیا تھا ایک مٹی کا پتلا تھا۔

رحمۃ العالمین دواعی اسلام علی اللہ علیہ وسلم کا یہ دوسرا احسان عظیم جس کے بارگراں سے نوع انسانی کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ اور اس کی عالمگیر تعلیم و بعثت کا اثر ہے کہ آج بڑی بڑی اونچی ناک والے غریبوں مسکینوں، اور احمقوں کو انسان سمجھنے اور انسانی حقوق دینے کا زبردست چرچا کر رہے ہیں۔ آخر یہ خود کیا ہے؟ جو نور عرب کے افق سے سارے تیرہ سو سال ہوئے طوع ہو ا تھا۔ اسی کا ہلکا سا پرتو ہے۔ اور آج دنیا طبعاً نہ سہی کر پا پوری طرح نہ سہی کسی حد تک رحمۃ العالمین کے دامن میں پناہ گزین ہو رہی ہے و علی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ و اصحابہ

(جبریلؑ)
انعامی

دماغ کے جوہر کی حفاظت کرتی ہے۔ حافظہ کو بہتر بناتی ہے۔ نظر کیلئے بھی مفید ہے۔ نزلہ زکام اور دماغ کی کمزوری کی بہترین دوا ہے۔ تمام دن کا ٹھکا ہوا دماغ اس کے استعمال سے تازہ ہو جاتا ہے۔ قیمت فی ڈبہ میں ایک مہینہ کی خوراک کے چھ روپیہ محصول لاک و بیکنگ بارہ آنہ ملے کا پتہ۔ نور کمپنی۔ دھوبی منڈی۔ پرانی اناج کی۔ لاہور۔

مدارس عربیہ اور علوم دینیہ سے مسلمانوں کی افسوسناک لغتہائی

پیرزادہ مولانا محمد بہار الحق صاحب قاسمی امرت سری مقیم وزیر آباد

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب تک مسلمانوں میں دینی علوم اور مذہبی تعلیم کا عام چرچا نہیں ہوتا، اس وقت تک نہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان بن سکتے ہیں۔ اور ان میں اسلامی تہذیب پیدا ہو سکتی ہے۔ نہ ان کی زندگی خدائی احکام کے مطابق بسر ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ اس واقعہ سے انکار بھی گنجائش نہیں ہے کہ اس عظیم ترین خدمت کو سر انجام دینے کا شرف اب تک صرف ان مدارس عربیہ کو حاصل رہا ہے جن کے مال سرمایہ تقریباً مفقود تھا۔ اور وسائل نہایت محدود تھے۔

انگریزوں نے اپنے آغاز حکومت ہی سے ان مدارس کو مٹانے اور ان میں پڑھنے پڑھانے والے طلبہ و علماء کے وقار کو ختم کرنے کی پالیسی اختیار کئے رکھی۔ ایسی حالت میں حکومت کی سرپرستی اور امداد کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر کہیں حکومت نے اپنی مصلحتوں کے تقاضے سے کسی عربی مدرسہ کو امداد دینا بھی چاہا تو علماء نے علم دین کے احترام کی خاطر اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

دینی تعلیم کے خلاف پروپیگنڈا

حکومتوں کی پالیسی کا عوام و خواص دونوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے انگریزی حکومت کی پالیسی بھی کارگر ثابت ہوئی۔ اور مسلمان قوم کے اکثر افراد نے علوم دینیہ کو نظر انداز کر کے اپنی تمام توجہات دینی تعلیم کی طرف پھیر دیں۔ مدارس عربیہ اور مساجد کی تعلیم سے نہ صرف عمل کے درجہ میں بے اعتنائی برتی گئی۔ بلکہ انگریز کے آلہ کار مسلمانوں نے اس تعلیم کے خلاف بے پناہ غلیظ اور منافرت انگیز پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اور دنیا کو یہ باور دلانے کی مسلسل کوشش کی گئی۔ کہ مذہبی تعلیم ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے بعد انسان نکما ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسب طرح منہدوں میں دیدوں کی تعلیم ایک خاص جماعت کے لئے مخصوص قرار پائی۔ اسی طرح اسلامی علوم کا پڑھنا اور پڑھانا مسلمانوں کے ایک مغلوک الحال اور غریب طبقہ کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ اور یوں اسلامی تعلیمات کی افادیت اور مہمہ گیری کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا

قصور کس کا ہے؟

میں مانتا ہوں کہ علماء کی جماعت میں بہت سے ایسے لوگ بھی داخل ہو گئے۔ یا ان کو اس جماعت

میں بدتمی سے شمار کر لیا گیا۔ جن میں خیر کم تھا۔ اور شرز زیادہ۔ یا وہ فکری اور دماغی صلاحیتوں سے محروم و عاری تھے۔ لیکن اس سلسلہ میں نہ عربی مدارس مجرم ہیں۔ نہ مذہبی تعلیم اس کے لئے ذمہ دار قرار پا سکتی ہے۔ نہ اس کی وجہ سے سرے سے مذہبی تعلیم کو ہی خیر یاد کہنا چاہیئے تھا۔ اگر غور کیا جائے تو اس خرابی کی ذمہ داری بھی قوم پر عائد ہوتی ہے۔ جس کا شبہ یہ ہو گیا کہ وہ اپنے موہنا اور ذہین بچوں کو انگریزی اسکولوں میں پڑھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم پر، ان کی غذا اور ان کے لباس پر دریا دلی سے روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جو بچے جتنی طور پر کور مغز، کند ذہن اور بے سمجھ ہوتے ہیں ان کو بے سروسامانی کی حالت میں عربی مدارس میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ جہاں ان غریبوں کو نہ نہ صالح غذا مل سکتی ہے۔ نہ زندگی کی دوسری اساسائیں اور سہولتیں میسر آ سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں حضرات معترضین ہی بتائیں۔ کہ وہ اس قسم کے لوگوں میں سے غرائی اور رازمی جیسے علما اور اوصیاء جیسے ارباب اجتہاد کے پیدا ہونے کی توقع کس طرح کر سکتے ہیں؟

تصویر کا روشن پہلو

عربی مدارس کی کس میری اور بے سروسامانی کے اس انتہائی دردناک منظر کے باوجود فخر کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں اب بھی جہاں جہاں مذہب کی دُھندلی سی شمع نظر آتی ہے۔ وہ انہیں مدارس عربیہ کی ٹینل ہے جن کا کوئی پرسان حال نہیں۔ قال اللہ اور قال الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روح پرور نغمے اب بھی آپ کو کسی کالج، کسی یونیورسٹی اور اسکول سے نہیں۔ بلکہ انہیں سب دلوں اور مقبوتوں سے سنائی دین گئے۔ جن میں نہ صوفے ہیں نہ قالین۔ نہ ان میں جاہ و جلالت کا کوئی سامان ہے۔ نہ عیش و عشرت کا۔ چند بے یار و مددگار مال مست نہیں بلکہ فاقہ مست بوریا نشین ہیں۔ چوغہ سرائی میں مصروف ہیں فحی اھم اللہ تعالیٰ خیر الخیراء

تقسیم ہند کے بعد

انگریزی راج کے آخری دو میں قابل ذکر یو۔ پی اور دہلی کے اور تیسرے درجہ میں مشرقی پنجاب کے مدارس تھے۔ مغربی پنجاب دھوبہ سرحد دھوبہ سندھ اور مشرقی بنگال میں علم دین کا بہت کم چرچا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان سے آئے ہوئے مسلمانوں نے اپنے ہاں بہت سے کالج، اسکول اور دیوبند تعلیم کے ادارے دوبارہ پاکستان میں کھول لئے۔ گویا دیوبند تقسیم کے اداروں کے

نفقہ کی تلافی سے غفلت نہیں برتی گئی۔ لیکن ہندوستان کے عربی مدارس اور مذہبی کتابوں پر جو ہولناک تباہی آئی۔ اور جو نفقہ عظیم پہنچا۔ اس کی تلافی کے لئے نہ کسی ”ہاجر“ کو توفیق عمل نصیب مئی اور نہ کسی ”انصاری“ کو۔ امرسترا جالندھر، لہستان، انبالہ، پانی پت وغیرہ مقامات وغیرہ کے مدارس و کتابت میں شے بجز دو ایک مدرسوں کے (وہ بھی برائے نام) کسی مدرسہ کے قیام کی اطلاع مجھے نہیں ملی۔

پاکستان میں عربی مدارس کی زبوں حالی۔

ہندوستان کے برابردہ عربی مدارس کا قیام و احیاء تو درکنار پاکستان میں جو چند معمولی مدرسے پہلے سے موجود تھے۔ ان کی حالت بھی بے حد ناگفتہ بہ ہے۔ تمام مدارس کی آمدنی بہت کم ہو گئی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مدارس بند ہو گئے ہیں۔ باقی ابتر حالت میں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلباء و علمائے کرام کا ایک طبقہ تعلیم و تعلم کا شغل چھوڑ کر دکانداری اور کاروبار میں منہمک ہو چکا ہے۔ اور یوں دینی علوم اور مذہبی تعلیم کے کمزور وال کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

عذر لنگ کہا جاتا ہے کہ ”صاحب! آج کل سب سے اہم مسئلہ دفاع کا ہے۔ اس کی موجودگی میں کسی اور کام کی طرف توجہ کرنا مشکل ہے۔ مذہبی تعلیم کے تحفظ مسئلہ بھی اہم مسئلہ ہے۔“

طے ہو جائے گا۔

لیکن یہ عذر میرے نزدیک قابل پذیرائی نہیں۔ بلاشبہ دفاع کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور اس سے غفلت پوری قوم کی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔ لیکن اس کی اہمیت کے باوجود تعمیری کاموں کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہئے۔ اور حکومت اقتصادی مشکلات کو حل کرنے سے غافل ہیں؟ کیا کالجوں، سکولوں، منڈیوں، دکانوں، اور زندگی کے دوسرے شعبوں کو ترقی دینے کی انتہائی کوششیں حکومت اور عوام دونوں کی طرف سے نہیں ہو رہیں؟ تو خیر جائز کام ہیں۔ جو چیزیں شرعاً و اخلاقاً مذہب میں۔ اور ان کی وجہ سے قوم کے فوجانوں اور بچوں، مردوں اور عورتوں کے اخلاق برباد ہو رہے ہیں۔ مثلاً سینما، تھیٹر، ٹیک، کوفروغ دینے کے لئے لاکھوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ اور اس کے اسباب اور وسائل کی تلاش میں یورپ تک کے سفر کئے جا رہے ہیں۔ کیا اس افراتفری کے زمانہ میں ہی الیکشن کی مہنگا مارا نہیں ہوئی؟ پھر ہر سب کچھ پوری توجہ اور برق رفتاری کے ساتھ ہو رہا ہے۔ البتہ صرف ایک بے یار و مددگار مذہب ہی ہے جس کی تعلیم اور اس کے اجراء و نفاذ کو وعدہ فردا پڑنا لا جا رہا ہے۔

در دمنڈیہ ایل

میں آخر میں اُن حضرات سے جن کو دینی علوم اور مذہبی تعلیمات سے دلچسپی ہے۔ اپیل کرتا ہوں کہ وہ خُدارا اولین فرصت میں اس نہایت اہم مسئلہ کی طرف توجہ فرما کر اپنا فرض ادا کریں۔ اسلامی اخبارات سے بھی درخواست ہے کہ وہ قوم کو اس طرف توجہ دلا کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

گلزارِ مدینہ

از جناب فیض لدھیانوی بھلوال

میں دیدہ و دل طالب دیدارِ مدینہ
حسرت ہے کہ دیکھوں کبھی انوارِ مدینہ
بیتاب ہے اس درجہ یہ مشتاق زیارت
آتے ہیں نظرِ خواب میں آئنا رِ مدینہ
رضوان کو عبت ناز ہے فردوس میں پر
اس نے ابھی دیکھا نہیں گلزارِ مدینہ
شاہانِ زمانہ بھی یہاں دستِ نگر ہیں
کس شان کا دربار ہے دربارِ مدینہ
کیا خاک شفا ہوگی بھلا اسکے مرض کو
لندن کی ہوا کھائے جو بیمارِ مدینہ
حالات مجھے حج کی اجازت نہیں دیتے
پڑھ لیتا ہوں گھر بیٹھے ہی "اخبارِ مدینہ"

قلّت سے جہازِ دل کی تو اے فیضِ دُعا کر
بن جائیں سفینہ یہی اشعارِ مدینہ

شمس الاسلام

بزم انصار

کوائف کارکردگی حزب الانصار

رحمتہ للعالمین۔ حزب الانصار کے قیام اور رسالہ شمس الاسلام کے اجراء کا مقصد و جہ صرف امتہ العظیم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ناموس و عزت کے تحفظ اور ان کے دین قیم کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ اور حزب الانصار کا سالانہ اجلاس بھی اسی غرض کے ماتحت منعقد کیا جاتا ہے۔

حزب الانصار کا پہلا اجلاس ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو منعقد کیا گیا تھا۔ مگر مقامی حالات اور گرد و نواح کے شائل ہونے والے اصحاب کی سہولت کے مد نظر تاریخوں کا باعتبار موسم تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔

پاکستان کے قیام کے بعد اس نمبر کے خصوصی کے ساتھ شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تاکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ یعنی قرآن کریم کی عملی تفسیر مسلمانان پاکستان کے سامنے اجمالی صورت میں آجائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ دیکھنا ہو تو قرآن دیکھ لو۔ اس لئے اختصار کے ساتھ مختلف عنوانوں کے ماتحت مسلمانان پاکستان کے سامنے حضور نبی کریم کی سیرت اور حالات زندگی کے متعلق جس طرح کے مضامین پیش کرنے کی تمنا تھی وہ پوری نہ ہو سکی۔ اور جس قدر بھی آج تک اس موضوع پر مضامین لکھے گئے۔ تقریریں ہوئیں۔ رسائل تصنیف کئے گئے مضمون کے ہر پہلو کو کا حقہ بیان کرنے میں قاصر اور ناہم رہے۔ لہذا اگرچہ ہماری تمنا پوری نہ ہوئی۔ مگر یہ ناکام سی کوشش بھی باعث تسکین وطمینان ہے کہ بہر حال ہم بھی اُس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شناسانوں کے زمرے میں شمولیت کر سکے۔

ربیع الاول کا وہ مہینہ ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور اسی مبارک مہینہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا جلیل القدر منصب عطا ہوا۔ اور اسی ماہ مقدس میں حضور سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق حقیقی سے واصل ہوئے۔ اسی ربیع الاول میں احکام النبی کا نزول شروع ہوا۔ اور اسی مہینے میں شریعت اطہر کی تکمیل ہوئی۔ لہذا یہ ماہ مقدس اصل اسلام کے لئے گونا گوں رحمتوں اور فیوض و برکات کا حامل ہے۔ اسی ماہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت عظمیٰ کا دور شروع ہوتا ہے جس میں ان کی غیر معمولی استعداد و تحفظ وین قیم کے لئے ان کی بے مثال جرأت اور شجاعت کی نظیر نہ ملے۔ لے مشعل ہدایت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو آئندہ صدیق نمبر میں اس موضوع پر بھی مجمل بیان کرنے کی سعی کی جائیگی جو ما توفیقی الیہا اللہ **ہَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ** - جس حد تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے ناموس تحفظ اور دین قیم کی تبلیغ و اشاعت ہم پر واجب ہوتی ہے اس سے حتی المقدور عہد و براہ ہونے کی سعی و کوشش بفضلہ تعالیٰ ہماری طرف سے تو مسلسل جاری ہے مگر قارئین کرام سے ہم اس امر میں شاکی ہیں۔ وہ ہمارا حتی الامکان ساتھ نہیں دے رہے۔ اور جو فرض ان پر عائد ہوتا ہے اس میں دانسنہ یا نادانستہ طور پر غفلت اور کوتاہی ہو رہی ہے۔ لہذا اس دفعہ ہم اپنے قارئین عظام سے پُر زور درخواست کرتے ہیں کہ جریدہ شمس الاسلام کے اغراض و مقاصد سے جب ان کو اتفاق ہے تو اس کی اشاعت کے لئے جو بھی جدوجہد ممکن ہو سکے اس سے دریغ نہ رکھیں۔

اعتذار دریائے جہلم کے سیلابوں کے بعد فضائی کدورت کے باعث علاقہ دہشت میں بالخصوص

دبائی تپوں کا ایسا دور آیا کہ جس سے ہاں بحیرہ سے کوئی متنفس بھی مامون نہ رہا۔ دارالعلوم عزیزیہ کے استاذہ اور طلباء یکے بعد دیگرے بیمار پڑ گئے۔ اسی طرح شمس الاسلام کا علم بھی اس دبائی تپ میں مبتلا ہو کر رہ گیا۔ جس کے باعث گذشتہ نمبر شمس الاسلام ترتیب اور تصبیح میں نمایاں نقص واقع ہو گیا۔ اگرچہ اس میں ہماری غفلت یا لاپرواہی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ محض قدرتی مجبوری کے باعث وقوع پذیر ہوا۔ انسان ہر حال میں عاجز محض ہے۔ تاہم ہم اپنے قارئین کرام سے عذر خواہ ہیں۔

دارالعلوم عزیزیہ جدید کہ سطور بالا میں عرض کیا جا چکا ہے۔ سیلابوں نے جہاں دیگر مکانی و فصلی نقصان پہنچایا وہاں تعلیم و تعلم میں بھی خاتمہ و قحط واقع ہو گیا۔ استاذہ بیمار ہوئے۔ طلباء بھی تپ سے نہ بچ سکے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلسلہ تعلیم معمول پر آ گیا ہے۔ استاذہ تعلیم دے رہے ہیں۔ طلباء پڑھ رہے ہیں۔

تعمیر و مرمت - طغیانوں سے مسجد اور دارالعلوم کی عمارات کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ مگر ان کی تعمیر و مرمت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا ہے۔

قطعة تاریخ تالیف کتاب رحمتہ للعالمین

مرتبہ مولانا افتخار احمد صاحب گنجی زہد مجاہد
حضرت مولانا عبدالرسول صاحب کلاں ساکن بکریار تحصیل ضلع شاہپور

در بیان آید چگونہ مدح آل نور مبین
کرد در عالم پیش محبوب نور نازنین
یافتہ تاج نبوت آدم اندر ما و طین
از طفیلش شد ظہور جملہ افلاک و زمین
کے بود ممکن ز ممکن مدح کامل شاہ دین
پاک گرد و چشم و جانش بشود از طاہرین
لکن مدحت مقالتی مجبور نوشت آخر بعد ازین
عالم و فاضل یگانہ پیشوا متقین
شد ولادت ہم دفات آل شفیع لکذبین
مومنان را تازہ گرد و تاکہ ایمان یقین
کو مدار اصل ایمانست بہر صالحین
در فضیلت جملہ عالم در بسیار و در بین
عبد احقر نا توان و عاجز و اندوہین

رحمتہ للعالمین شد ذات شاہ مرسلین
نور او کردہ جدا از نور خود ذات خدا
باعث ایجاد عالم فخر خلیل انبیاء
گرموئے ذات او ظاہر بخششی بیچ چیز
ذات او شد مجمع دو امر امکان و وجوب
شغل مدحش ہر کہ گیر و خود شود مدح او
ما ان مدحت محمد بمقاتل حسان بگفت
افتخار احمد کہ ہست او افتخار دین حق
چوں ربیع الاول آمد ماہ نور کا ند رو
گرد تالیف کتاب مدحت خیر البشر
ہم محبت سرور دین گرد و دلشالیں قوی
حق و ہدایت جزیل فیض او شائع شود
گشت مامور از پے تاریخ تالیف کتاب

فکر کردم چونکہ بر من گشت واجب امتثال
گفت ہاتف سفر احسن رحمتہ للعالمین۔
۱۳۶۸ھ

ضروری اطلاع
جناب حکیم عبدالحمید صاحب سیفی نے گلی نمبر ۹ مکان نمبر ۱ بیڈن روڈ لاہور پر اپنا باقاعدہ
مطب شروع کر دیا ہے بیمار اور مایوس مرضی اس تپہ پر صبح و شب سے ۵ بجے تک مل سکتے ہیں۔
سید محمد صابر۔ میجر دو خانہ۔

رحمتہ للعالمین

کی

حیات پاک

ہزار بار بشیوعیم وہن برمشکٹ گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ابلیست

سینکڑوں نہیں کہ لاکھوں ظلم سرور کا نشانہ بن کر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ السلام کی سیرت مقدسہ پر حرکت کر چکے ہیں، اندر کہ ہے ہیں۔ مگر ضرورت ہے کہ اس وجود پاک کے مختصر سوانح و حالات زندگی ہر کلمہ گو کے کان تک پہنچائے جائیں تاکہ رابطہ الفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے اس لئے شمس الاسلام کے ابتدائی صفحات پر رحمتہ العالمین کی حیات پاک بیان کی جا رہی ہے *

مقام پیدائش

رحمتہ للعالمین شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ جزیرہ عرب میں مشہور و معروف شہر ہے اس جزیرہ کے تین طرف پانی اور ایک سمت خشکی ہے۔ مغرب میں بحیرہ قلزم آبنائے سویز اور بحیرہ روم ہیں۔ مشرق میں بحر ہند خلیج فارس اور بحر عمان جنوب میں بحر ہند اور شمال کے حدود بہت مختلف ہیں۔ تاریخ مکہ۔ یہ جگہ غیر آباد پڑی تھی۔ چاروں طرف خشک پہاڑ تھے۔ بیچ میں گھلا میدان تھا۔ پہاڑوں کے برساتی آلے اسی میدان میں زلزلہ شور سے بہا کرتے تھے۔ زمین پتھر بنی تھی۔ اور اس پر کنگڑوں کی موٹی تہ موجود تھی۔ دور دور تک پانی نہ تھا۔ اس لئے انسان تو کیا دہاں پر کوئی جانور بھی نہ رہ سکتا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ کے حکم کے مطابق اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اکوڑے فرزند اسمعیل کو اس جگہ لاکر آباد کیا۔ ان کی برکت سے زمزم چشمہ زمین سے پھوٹا اور امہستہ آہستہ کنوآں بن گیا۔ پانی کی وجہ سے عرب قبائل آکر آباد ہو گئے۔

تعمیر کعبہ۔ سیدنا ابراہیم و اسمعیل علیہم السلام نے سارے عالم میں گمراہی ضلالت کو دیکھا تو توحید سے آشنا کرنے کے لئے سب سے پہلے روئے زمین پر اور پھر اس چٹیل میدان میں خدا کا گھر بنایا جس کا نام بیت اللہ ہوا۔ اور بارگاہ ربوبیت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے دُعا مانگی۔ رَبِّ اجْعَلْهُم مِّنْ عِبَادِكَ الَّذِينَ هُمْ يُغْنِي عَنْكَ الْغَنَىٰ وَالْغَنَىٰ يَغْنُوْا فَيَسْتَكْفِرُوْا وَهُم مُّقْتَصِدُونَ ﴿۱۲۷﴾

ظہور اسلام سے پہلے عرب کی اخلاقی حالت۔ عرب میں سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید الہی کا تصور پکڑ لیا۔ اور خدا کے واحد لا شریک کی پرستش کے لئے مکہ میں سب سے پہلے خدا کا گھر بنایا۔

لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ لوگوں کے دلوں سے صدائے توحید کا اثر زائل ہو گیا اور پانچویں صدی میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ جمالت و شیطنت اگر کسی مخلوق پر ناز کر سکتی تھی تو وہی مخلوق تھی جو اس وقت اس خطہ میں اُس وقت آباد تھی۔ سخاوت کا جلوہ گاہ شراب اور جوئے کی زہم ہوتی تھی جو ان مجالس سے بچتا وہ خیال تھا۔ ان خبیث اخلاق پر فخر کرنا جمالت کا پہلا سبق تھا۔

اولاد اپنے آباء و اجداد کے ان افعال پیچھے پر فخر کرتی تھی۔ اور قبائل میں نسبی فخر انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ انفریق اور جنگ اور جدل انہی اسی بات پر تھیں چلا جاتا تھا۔ عرب کی ساری مخلوق انسانی شرافت، اخلاق اور تہذیب و تمدن سے کوسوں دور تھی نہ یافس و ناما۔ **ظہور اسلام سے پہلے عرب کی مذہبی حالت**۔ اسلام سے پہلے عرب بجا لیلیٰ تھے کہ حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف مذاہب اور اعتقاد کے تھے۔ بعض ان ایسی قومیں تھیں جو بعض مذاہب بعض صابئی بعض یودی اور بعض عیسائی تھے بت پرستی کی رسم عرب کے قدیم باشندوں کی ہے چلا آتی تھی۔ عاد۔ ثمود۔ جدیس۔ جرہم ادلی اور علیق اول وغیرہم جن کی پرستش کرتے تھے۔ لیکن ان کے تفصیلی حالات بعد زمانہ کی وجہ سے نہ مل سکے۔

جن اصنام کی تمام عرب جاہلیت میں پرستش کرتا تھا۔ ان کی تفصیل مجملہ میں ہے۔ یہ قبیلہ بنو کلب کا معبود تھا۔ سوارغ قبیلہ بنو منجوع کا معبود تھا۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم کی تصویر تھی۔ ان کے ہاتھ میں استمارہ کے تیز لٹام کرنا تھے۔ **حضرت عیسیٰ دانیل کی تصویریں**۔ یہ متعلق لکھا جائے۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے آنے کی بشارتیں جو پہلی کتاب مقدسہ میں پائی جاتی تھیں۔ ان کا ذکر کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ **وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ** کہ ان حضرات علیہم السلام کے ظہور کا وعدہ جمیع انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا۔ اور ہر ایک نبی کے ذریعے سے اس کی امانت سے عہدہ لیا گیا تھا۔ کہ اس وقت تم کو کتاب و حکمت دی جاتی ہے۔ پھر تمہارے پاس ایک ایسا رسول آئے گا جو تمام انبیاء عالم کی تصدیق کرے گا۔ اس کو تم نے ماننا ہو گا۔

نئے عہد نامہ کی کتاب اعمال کے باب ۳ درس ۱۲ سے بھی اس مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسری پیشین گوئی جو اپنی عظمت اور شان و صفائی میں اسی طرح کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور جو حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بنی اسرائیل کو پہنچائی گئی ہیں۔

میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سے ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا

(استثناء ۱۸: ۱۸)

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے

تک جب نبوت کا سلسلہ ان میں بند ہو گیا۔ نہ کسی نے الیا نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ شہادت میں مذکور ہے۔ اسی بنا پر یہودی برابر موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کی آمد کے منتظر چلے آتے تھے۔ چنانچہ یوحنا ۱۴: ۲۲ میں ہے

کہ لوگوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے دریافت کیا۔ کہ کیا تو مسیح ہے۔ تو اس نے کہا۔ نہیں پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تو الیا ہے۔ تو اس نے کہا نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا۔ کیا تو وہ نبی ہے۔ تو اس نے کہا نہیں

امر مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو ایک تو مسیح اور دوسرے الیا اور تیسرے کسی اور نبی

کا جس کی اس قدر شہرت تھی کہ ان کا نام لینے کی بھی ضرورت نہ تھی انتظار تھا۔

تیسری نہایت کھلی بشارت استثناء ۳۳: ۲ میں مذکور ہے۔ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر

طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ

میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔“

سینا سے آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے جو سینا پر ہوا۔ اور شعیر سے طلوع ہونا حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کا ظہور ہے جس پر سلسلہ نبی اسرائیل ختم ہوا۔ اور فاران حجاز کا نام ہے۔ اور دس ہزار قدسیوں کے

ساتھ آنے والا ایک ہی انسان دنیا میں ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دس ہزار برگزیدہ صحابہ کے ساتھ

مکہ میں داخل ہوئے۔ وہی آتشی شریعت والا نبی ہے۔ جس کی شریعت شریعت بیضا ہے کہ نام سے آج بھی ہجوم

ہے کہو کہ اس نے تمام امور پر روشنی ڈالی۔

چوتھی بشارت صاف طور پر عرب کے متعلق ہے۔ ملاحظہ ہو یسعیاہ ۱۳: ۱۵ - ۱۵ - عرب کی بابت الہامی کلام

عرب کے صحرا میں تم رات بکاؤ گے۔ اے دانیوں کے قافلو پانی کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیمار میں

کے باشندہ دروٹی لے کر بھاگنے والے کے ملنے والے بچے لے کر نکلو۔ کیونکہ وہی تلواروں کے سامنے سے ٹکی تلوار سے

اکھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔“

اول لفظ عرب پھر بھاگنے والے کا ذکر تاریخ عالم میں ایک ہی بھاگنے والا ہے۔ جن کی ہجرت تاریخ میں ایک

عظیم الشان واقعہ ہو گیا۔ اسی سے سنہ اسلامی شروع ہوتا ہے۔ یہ وقت کسی دوسرے کے بھاگنے کو نہیں ملی

پھر آپ ہی ٹکی تلوار کے سامنے سے بھاگنے والے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت

اپنے گھر سے نکلے جب دشمن جنگی تلواریں لے کر آپ کے گھر کا محاصرہ کر چکے تھے۔ اور سب کے سب بیکر تیرہ آپ پر ٹوٹ پڑے تو تیار تھے۔ دنیا میں نہ کسی شخص کے بھاگنے کو عیظت نصیب ہوئی۔ نہ اس طرح جنگی تلواروں کے اندر سے کوئی بھاگ کر نکلا اور پھر صریح الفاظ عرب کی بابت الہامی کلام نے تو اس کا فیصلہ ہی کر دیا۔

سرد کائنات فخر موجودات کی تشریف آوری کی پیش گوئیاں تو کثیر تعداد میں ہیں مگر طوالت کے خوف سے صرف اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی چند بشارتوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے *

پہلی بشارت جس کی قرآن حکیم تائید کرتا ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ

اسی طرح یوحنا کے ۱۴-۱۵-۱۶ میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

۱۱، اگر تم مجھے پیار کرتے ہو۔ تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ اور میں اپنے باپ سے درخواست کر دوں گا۔ اور

وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشش کا گناہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے یعنی روح حق ۱۴: ۱۵-۱۶

۲۔ دوسری مقام پر پھر پیغام دیتے ہیں۔

لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں۔ کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی مفید ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی

دینے والا تم پاس نہ آویگا۔ اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجوں گا۔ ۱۴: ۱۶ *

گو یہ پیشین گوئیاں بھی نہایت صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک اور نبی کے آنے کی خبر دیتی

ہیں۔ مگر متعصب عیسائیوں نے اس کو توڑ مروڑ کر روح القدس پر لگانا چاہا ہے۔ حالانکہ پیشین گوئی کے الفاظ

یتبعہ کی صاف تردید کرتے ہیں۔ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائے ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔ اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں آپ خود ارشاد

فرماتے ہیں:- انا دعوة ابی ابراهیم و بشارة علی و س و یا احمی

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراة

والانجیل

ولادت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہار کا موسم تھا۔ صبح صادق کی روشنی پھیل چکی تھی۔ آفتاب نے

ابھی جاں کو روشن نہیں کیا تھا کہ ماہ ربیع الاول کی ۹ تاریخ بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کی صبح سعادت میں پیدا ہوئے

حضرت عبدالمطلب پوتے کے تولد کی خبر سنا کر گھر آئے اور نومولود بچہ کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگی۔ ساتویں

دن عقیقہ ہوا۔ اور نام محمد رکھا گیا۔ محل قریش کی دعوت کی۔ قریش نے اس نام مانوس نام رکھنے کا جواب تک رائج نہ

تھا سبب پوچھا۔ عبدالمطلب نے کہا۔ تاکہ میرا فرزند ساری دنیا میں روح و ستایش کا سزاوار قرار پائے۔

حضور کی پیدائش سے پہلے ہی سایہ شفقت پدری اٹھ گیا تھا۔ اس لئے آپ کے دادا عبدالمطلب نے

انچی پرورش پڑی ہے۔

حضرت حلیمہ کی پرورش اور حضرت آمنہ کی وفات - شرفائے مکہ میں دستور تھا کہ وہ عربی خصوصیات کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے بچوں کو ایام رضاعت ہی میں دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے۔ اس دستور کے مطابق حضرت حلیمہؓ نے اپنے پوتے کو ایک دایہ علیہ کے جو بچوں کی تلاش میں لگا آئی ہوئی تھیں حوالہ کر دیا۔ دو برس تک اس بچہ نے حلیمہ سعدیہ کی گود میں پرورش پائی تیسرے برس علیہ سعدیہ نے یہ امانت آکر حضرت آمنہؓ کو واپس کر دی۔ اور ابھی آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔ حضور کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے گئیں۔ راستہ میں مقام ابواء میں انتقال ہو گیا۔ اور یتیم بچہ چھ ہی برس کی عمر میں ماں کی سرپرستی سے بھی محروم ہو گیا۔

والدہ کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش اور نگرانی آپ کے دادا عبد المطلب نے اپنے ذمہ لے لی۔ ہر وقت پوتے کو ساتھ رکھتے۔ ایک پل کے لئے آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ لیکن یہ سایہ شفقت بھی زیادہ دیر تک قائم نہ رہا۔ والدہ کے انتقال کے دو سال بعد دادا کا سایہ بھی سرسے اٹھ گیا۔

ابوطالب کی پرورش اور شام کا سفر - ابوطالب دنیا سے رخصت ہوتے وقت پوتے کو اپنے لڑکے ابوالنباؓ کے چہرے پر کرتے گئے۔ ان کو یتیم بھتیجے کے ساتھ عشق تھا۔ ان کے مقابلہ میں اپنے خاندان کے کسی فرد کی بھی کوئی شغف نہ تھا۔ ابوطالب کا شغل تجارت تھا۔ اس سلسلہ میں وہ اکثر ملک شام آیا جایا کرتے تھے۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں سال ان کو شام کا سفر پیش آیا۔ گو ابوطالب آپ کو ایک لمحہ کے لئے جدائش میں کرتے تھے۔ لیکن سفر کی تکالیف کے خیال سے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن چلتے وقت آپ چچا سے لپٹ گئے۔ اس لئے وہ ساتھ لے جانے پر مجبور ہو گئے۔

پیشینہ اور شادی - آپ کی معشیت کا پلو جھکھی کسی دوسرے پر نہیں پڑا۔ والد کے ترکہ میں پانچ اونٹ اور ہم بکریاں ملی تھیں۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسب معاش کی فکر ہوئی۔ لکھ بوقت آپ نے اپنے چچا کو شامی شغل تجاویز کیا۔ امانت کی بھی شہرت ہو چکی تھی تو ان دنوں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ ابوالنباؓ نے شام سے واپس آکر ایک کراچی لایا ہے۔ وہ سب لوگ ان کے سرمایہ سے بخلائے ہوئے تھے۔ اور صاف یہی وہ کچھ ان کو دے دیا کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رست گفتماری۔ امانت اور نیک کداری کا علم ہوا تو درخواست کی کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام جائیں۔ چھ پلوں میں دوسروں کو دیتی ہوں اس کا دونا آپ کو دوں گی۔ اور اپنا غلام میسرہ کو ساتھ کر دوں گی۔ آپ نے تجویز قبول فرمائی۔ اور بصری تھے رفیق لے گئے۔ میسرہ آل حضرت کے اخلاق و عادات کے مشاہدات سے

اپنی مالک سے بیان کئے۔ حضرت خدیجہ آپ کے پاکیزہ اخلاق سے پہلے ہی واقف تھیں۔ ان کو اپنا کاروبار چلانے کے لئے ایک پاکیزہ اخلاق اور امین شوہر کی ضرورت تھی۔ اس لئے انہوں نے آپ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی درخواست کی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور ابوطالب نے بعض پانچ سو طلانی درہم نکاح کر دیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ کی چالیس سال تھی اور پانچویں پشت پر زوجین کا نسب مل جاتا ہے۔

نبوت کی تمہید۔ یہ قانون قدرت ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے سپیدہ سحر نمودار ہو جاتا ہے بارانِ رحمت سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں موسم پر شگال کا پتہ دیتی ہیں۔ موسم بہار کے آغاز فضا کا تغیر بہار کی آمد کا اعلان کرتا ہے۔ اس لئے جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی جاتی تھی۔ اور نبوت کا وقت قریب آتا جاتا تھا۔ آپ میں غیر معمولی تغیرات پیدا ہوتے جاتے تھے۔ اور عمر کی زیادتی کے ساتھ ساتھ طبیعت دنیا سے ہٹتی جاتی تھی۔ اور رُوح ایک لامعلوم شے کے لئے بیقرار تھی۔ لیکن مطلوب کا پتہ نہ چلتا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت عراکت نشینی کی طرف مائل ہونے لگی۔ آپ سامانِ خورد و نوش کے کمزور کے باہر غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ حتیٰ کہ خواب میں اسرارِ منکشف ہونے لگے۔ جو خواب دیکھتے وہ واقعہ کی شکل میں نظر آتا۔ جوں جوں مدارج بڑھتے جاتے تھے۔ فیضانِ الہی ترقی کرتا جاتا تھا۔ تا آنکہ آپ کا سن شریف چالیس سال کو پہنچا۔

دو شنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی نویں تاریخ اور دن کا وقت کہ آپ کو اوپر کی طرف کہ ایک نورانی تخت نیچے کو اترتا ہوا دکھائی دیا۔ جو کہ آپ کی طرف آ رہا ہے۔ دیکھتے دیکھتے وہ تخت آپ کے پاس پہنچ گیا۔ جس پر ایک نورانی شخص بیٹھا نظر آیا۔ تو تخت نشین تخت سے اتر آ کر آپ سے بغلیں جوڑا۔ اور آپ کو بتلایا کہ میں جبرائیل فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے شہادت سنانے آیا ہوں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ سے جبرائیل نے کہا پڑھو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ پھر جبرائیل نے آپ کو گلے لگا کر دایا۔ دوسری مرتبہ پھر کہا۔ پڑھئے۔ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تیسری مرتبہ پھر گلے لگا کر دایا۔ اور کہا پڑھئے۔ آپ نے کہا کیا پڑھوں۔ جبرائیل نے کہا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ یہاں تک کہ وہ اس آیت تک پہنچے عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے حضرت عبدالمجیدؑ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ ضرور میری موت کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے کہا حضور آپ کا رب آپ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ آپ نے کبھی بُرائی نہیں کی +

یہ نبوت کا پہلا دن تھا۔ مگر آپ چاہتے تھے کہ اس واقعہ کا ذکر کسی ایسے شخص سے کریں۔ جو رازدار بن سکے

ابوبکرؓ کا نام آپ نے خود بخود تجویز کیا۔ اور ان کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن ابوبکرؓ راستہ میں بل گئے۔ کہنے لگے کہ میں آپ کی طرف آ رہا تھا۔ فرمایا کہیں بھی تم سے ملنے کو نکلا تھا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں رات سے سوچ رہا ہوں کہ میری قوم کا مذہب کیا ہے۔ یہ خود ہی پتہ نہ لگ رہا تھا۔ میں مورتی بناتے ہیں۔ اور پھر اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ اور اسے اپنا حاجت روا سمجھتے گئے ہیں۔ اس سے میری حیرت بڑھتی رہی۔ اب یہ راز آپ سے عرض کرنے آیا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے اللہ نے رسول بنایا ہے اور توجید سکھانے کو مقرر کیا ہے۔ اور مجھے سچا دین مل گیا ہے ابوبکرؓ یمن کر خوش ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

شمی سے ودایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا۔ سب سے پہلا مسلمان کون ہے انہوں نے کہا کیا تم حسان بن ثابتؓ کے اس قول سے واقف نہیں؟

اِذَا تَذَكَّرْتُ شَجْوَامَ اَخِي فَقَدْ نَادَاكَ اَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

ترجمہ :- جب تم کسی قابل اعتماد شخص کا تپاک سے ذکر کرو تو ضرور ابوبکرؓ کے کارناموں کی وجہ سے اُسے یاد کرنا۔

خَيْرُ الْهَيْئَةِ الْقَاهَا وَاعْدِلْهَا بَعْدَ النَّبِيِّ وَافَانْهَا بِمَا حَلَا

نبی کے بعد وہ تمام خلقت سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا عادل اور اپنے فرائض کو کا حق، انجام دینے والا

الثانی : الحمود ومشهدہ واول الناس منهم صدق الرسول

ترجمہ :- وہ دوسرا پیرو تھا جس کی حاضری ہمیشہ قابلِ حمد ہوئی۔ اور وہ پہلا آدمی تھا جس نے رسول کی تصدیق کی۔ جب بارگاہِ بلو بیت سے اخذ فرمایا۔ اور کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو پکارنا شروع کیا۔ اور قبیلہ کو اُس کے نام سے پکارا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اور پہاڑی کے دامن میں کھڑے ہو کر پوچھنے لگے۔ کیوں بلاتے ہو؟

آپ کی پہلی پبلک تقریر

لَا خَبْرَ قَوْمٍ اِنْ الْعَدُوَّ مَحْبِبُّكُمْ اَوْ مَمْلُوكُكُمْ اَمْ اَلَا تَقْدِرُوْنَ قَوْلِي - قَالُوا اَبَايَ قَالَ اِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ عَذَابٌ شَدِيدٌ - آپ نے ارشاد فرمایا۔ دیکھو میں پہاڑی کے اوپر کھڑا ہوں۔ اور آپ سب اُس کے دامن میں ہیں۔ میں اوپر سے دونوں طرف دیکھ رہا ہوں۔ مگر آپ دوسری کو جو پہاڑی کے پیچھے ہے نہیں دیکھ سکتے۔ کیا میرا کہنا ٹھیک ہے آوازیں آئیں۔ ہاں ٹھیک ہے۔

پھر فرمایا۔ تم مجھے جانتے ہو۔ لوگوں نے ہاں کہا۔ ہاں۔ پوچھا سچا جانتے ہو یا جھوٹا۔ سب نے کہا آج تک کوئی جھوٹ آپ کے منہ سے ہم نے نہیں سنا۔ فرمایا۔ اگر میں تم کو کموں۔ کہ مجھے دوسرے ڈاکوؤں کی ایک جماعت آتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اندیشہ ہے۔ کہ وہ ہماری بستی پر ڈکیتی نہ کریں۔ تو آپ لوگ اسے سچ مانینگے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا میری یہ باتیں مثال کے طور پر تھیں۔ نبوت ایک ایسا اونچا مقام ہے کہ جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ دنیا و آخرت کی زندگی کے دونوں طرفوں کو برابر دیکھا کرتا ہے۔ وہ عالم آخرت کے آنے والے بڑے انجام کو دوسری سے معلوم کر لیا کرتا ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے اعمال و افعال موجودہ کو چھوڑ دو۔ اور اپنی حالت درست کر دو۔

تبلیغ حق اور بدلمہ۔ تبلیغ حق کے جرم میں قریش نے اپنے جو بدتم کا تختہ مشق بنانا شروع کر دیا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حرم میں جا کر توحید کا اعلان کیا۔ اس جرم پر مشرکین لوٹ پوٹے حادث بن ابی حالمہ نے آپ کو لے جانے کی کوشش کی۔ اس میں وہ مقتول ہوئے۔ یہ راہ خدا میں پہلی قربانی تھی اب تک مشرکین نے اسلام کی دعوت کو زیادہ اہمیت نہ دی تھی۔ لیکن جوں جوں اسلام کے پرستاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ مشرکین کی مخالفت بڑھتی جاتی تھی۔ ان کی مخالفت کے بہت سے اسباب تھے۔ اسلام ان کے صدیوں کے عقاید کو باطل کر رہا تھا۔ ان کے معبودوں کو جن کی پرستش کرتے تھے آگ کا ایندھن بتاتے تھے۔

مشرکین مکہ کا وفد۔ اس تبلیغ اسلامی سے روکنے کے لئے معززین شہر نے صلح و آشتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاز رکھنے کی کوشش کی۔ اور معززین قریش کا ایک وفد آپ کے چچا ابوطالب کے پاس گیا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بڑا کرتا ہے۔ ہمارے مذہب کی مذمت کرتا ہے۔ آپ اس کو روکیں یا تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ پھر میدان میں آؤ۔ تو ہم تم فیصلہ کر لیں۔ ابوطالب نے یہ رنگ دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر سمجھایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یا عمو! لا (تو کہ ہن! الامر حتیٰ یظہر اللہ و اہلک فیہ)۔ چچا جان خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسرے پر مانتاب لا کر رکھ دیں۔ تو بھی اس فریضہ سے دست کش نہیں ہو سکتا۔ تا آنکہ ان میں کامیاب ہو جاؤں یا اس راہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ ابوطالب یہ جواب سن کر سخت متاثر ہوئے۔ کہما جادو جودل میں آئے کہ وہیں کسی حالت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔

معراج اور فریضہ نماز۔ اسی سن میں معراج ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم افلاک میں جنت دوزخ کی سیر کرائی گئی۔ معراج میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی۔

موسم حج میں دعوت اسلام۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کے ایمان لانے سے اُمید ہوئے۔ اور جو لوگ اطراف و جانب سے آتے تھے ان فرد گاہ پر تشریف لے جاتے اور ان کو دعوت اسلام دیتے قرآن پڑھ کر سناتے اور مسلمانوں کی مدد کے لئے فرماتے :-

ایک روز آپ عقبہ کے قریب رونق افروز تھے کہ اتفاقاً بنو خزرج کے چھ آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ قرآن پڑھ کر سنایا۔ چونکہ یہ لوگ یہود کے قریب رہتے تھے اور ان کے کان اس آواز سے آشنا تھے۔ کہ عنقریب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے۔ جو الحاد و ظلمت مٹائیگا۔ آپس میں کہنے لگے۔ واللہ ان ہذا نبی الذی تعد کم قبیۃ الیہم و فلا یبغی علیکم الیہ فاجابوہ۔ واللہ یتوہ ہی نبی ہے جن کے تعلق ہمارے یہاں کے یہود چر چا کرتے ہیں۔ پھر ہم پر ایمان لانے میں سبقت نہ کرنے پائیں۔

چنانچہ اسی وقت مشرف باسلام ہوئے۔ اور ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں دیں۔ پھر یہ حضرات رخصت ہو کر مدینہ پہنچے تو ان حضرات فریضہ تبلیغ کو اس تندہی سے بجالائے کہ انصار کا کوئی گھرایسا نہ رہا جس میں آپ کی نبوت کا چرچا نہ ہو۔ ان مبلغین کی مساعی بہت کامیاب ثابت ہوئیں۔

دوسرے سال ایام جمع کے موقع پر مدینہ کے بارہ افراد حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی مستورات کی طرف سے بھی آپ کے دست مبارک پر ان امور پر بیعت کی جن کو حضرت عبادہ بن صامت اس عبارت میں ظاہر فرماتے ہیں :-

بایعنا بیعة النساء علی ان لا نشرك بالله شیا ولا نسرق ولا ننزی ولا نقتل اولادنا ولا ناتی بجهنم فعتید من بین ابیدینا و ارجلنا ولا نغصیه فی معروف فان وفیتہم بذالک فلكم الجنة وان عدتتم شیا فامرکم الی اللہ ان شاء غفر وان شاء عذب

ترجمہ۔ ہم نے ان امور پر آپ سے بیعت کی کہ اللہ کیساتھ شرک کا شائبہ تک نہ آنے پائے۔ چوری اور زنا کے پاس تک بھی نہ جائیں۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ جو اس زمانہ میں زکوٰۃ کے مار ڈالنے کا دستور تھا۔ کسی بے گناہ پر کوئی بہتان نہ باندھیں خدا کی نافرمانی نہ کریں اگر ان باتوں پر عمل کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر ان میں سے کسی چیز کے مرتکب ہوئے تو بھر مشرک کے تو حاملہ خدا کے ہاتھ ہے وہ سبائی دے یا اس کی سزا دے۔

ہجرت کا عزم اور انصار کا عہد و پیمان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض صرف چند انسانوں کو راہ راست دکھا دینے پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ سارے عالم خدا کے واحد کے سامنے جھکانا تھا۔ اور خانہ کعبہ کو جو دُنیا میں سب سے پہلا گھر خدا کا گھر تھا۔ بتوں کی آلائش سے پاک کرنا تھا۔ اور یہ اہم فرض مکہ میں رہ کر پورا ہونا ممکن نہ تھا۔ اس لئے خدا کے دین کو زیادہ آزادی اور وسعت کے ساتھ پھیلانے کے لئے کسی

کسی پُرہن قیام کی ضرورت تھی۔ آپ نے اسلام کا تبلیغی مرکز مکہ سے مدینہ منتقل کر دینے کا عزم فرمایا انصار کے لئے اس سے زیادہ کیا سعادت ہو سکتی تھی۔ وہ آنکھیں فرشِ راہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

صحابہ کی ہجرت مدینہ۔ مدینہ میں جائے پناہ حاصل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت دے دی اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ قریش کو خبر ہوئی تو انہوں نے روک ٹھوک شروع کر دی لیکن رفتہ رفتہ اکثر صحابہ نکل آئے۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور وہ صحابہ جو ناداری کی وجہ سے مدینہ جانے تک کی ضرورت نہ رکھتے تھے باقی رہ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش۔ صحابہ کرام کو مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو امن و سکون نصیب ہوا۔ اور ان کی تعداد نہایت تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی۔ اس کا تدارک مشرکین نے اپنی ناکامی کے غصہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اندھیری رات میں کاشانہ نبوی کا محاصرہ کر کے آپ کے برآمد ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادے سے آگاہی ہو گئی۔ آپ کے ذمہ اہل مکہ کی کچھ امانتیں تھیں حضرت علیؓ کو بلا کر امانتیں سپرد کیں۔ اور فرمایا: ”میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے پلنگ پر چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو سب امانتیں پہنچا دینا“ خدا کو اپنا دین مکمل کرنا تھا اس لئے مشرکین کو نیند آ گئی۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان پُر حست کلمات کے: ”مکہ تو مجھے ساری دُنیا سے عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے“ کعبہ کو الوداع کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ یہاں سواری وغیرہ سفر کا ضروری سامان موجود تھا۔ آپ معہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غارِ ثور میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ موقوف پا کر خبر گیری کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ اور ساتھ میں اہل مکہ کے حالات سے اطلاع دیتے رہے۔ عامر ابن فہر جو صدیق اکبرؓ کے چھوٹے بھائی تھے بکریوں کو چراتے ہوئے وہاں لے آئے۔ اور شب کو اسی غار کے قریب دجوار میں رہے جس کی وجہ سے تازہ وودھ سہولت اور باخراط ان حضرات کو ملتا رہا۔ صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ نے کھانے کا ایسا انتظام کیا کہ خود کھانا تیار کر کے موقع پا کر وہاں پہنچاتی رہیں۔

تین روز قیام فرمانے کے بعد مدینہ کی طرف عازم ہوئے۔

مدینہ منورہ میں داخلہ۔ اہل مدینہ کو مکہ سے آپ کی روانگی کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ کئی روز سے استقبال کے لئے روزانہ صبح ہی گروہ کے گروہ مدینہ سے حرہ مقام پر دوپہر تک انتظار کر کے لوٹ آتے ایک روز جبکہ سب لوٹ کر آئے ہی تھے کہ ایک یہودی نے اونچے مقام سے آپ کو دیکھ کر آواز دی۔ کہ

لوگوں کو درجن کے لئے تم بیتاب تھے وہ آرہے۔ یہ سنتے ہی تمام مدینہ میں مسرت کی لہریں دوڑ گئیں۔ تمکیروں کے نعرے بلند ہونے لگے۔ تمام اہل مدینہ مسلم اور غیر مسلم آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ حرہ مقام کے قریب پہنچ کر دیدار رسالت آثار سے مشرف ہوئے۔

رحمۃ للعالمین شان و شوکت سے مدینہ میں داخل ہوئے۔ اہل مدینہ مسلح و اسلحہ ہاتھ بائیں آگے پیچھے پیادہ ساتھ تھے۔ جس محلہ سے گزر رہوتا۔ اہل محلہ فردا فردا ناکہ کی رتی پکا کر عرض کرتے۔

انزل فینا یا رسول اللہ فان فینا العدا والمحلقة والشر وقا ونحن اصحاب الفضلاء والحدائق الی غیو ذالک۔ ترجمہ :- یا رسول اللہ ہمارے یہاں قیام فرمائیے ہماری کثیر جماعت ہے ہم بہادر لوگ ہیں۔ ہمارے یہاں بڑے بڑے مکانات ہیں اور باغات ہیں۔ ہم صاحب ثروت ہیں۔ رحمۃ للعالمین سب کو یہی جواب فرماتے تھے یا رسول اللہ علیکم خلوها فانہا مامورۃ۔ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں میں برکت دے۔ اس کو چھوڑ دو۔ اس ناکہ کو حکم بلا ہوا ہے۔ یہاں مکانات کے چھتوں پر سے اپنے اپنے انداز میں مترنم تھیں۔

طلع البدر علینا۔ ومن فقیات الوداع۔ واجب الشکر علینا۔ مادعی اللہ داعی۔ مالک الملک جس کے سر پر تاج عزت رکھنا چاہے اُس سے کون چھین سکتا ہے۔ اونٹنی جب مالک ابن النجار کے مکانوں کے قریب پہنچی تو اس مقام پر اچانک ناکہ میٹھ گئی۔ جو بعد میں مسجد نبوی کا دروازہ بنا۔ آپ نے فرمایا۔ ہذا المنزل انشاء اللہ انشاء اللہ ابویوب انصاری اور ان کے اعزہ جلدی سے آگے بڑھے اور ناکہ کا کچادہ اپنے مکان میں لے گئے۔

امام بخاری برادر رض سے روایت نقل فرماتے ہیں ما را بیت اہل المدینۃ فرجوا البشی فرحتم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنے اہل مدینہ کو اس قد خوشی کبھی نہیں دیکھا جیسے آپ کی تشریف آوری کے وقت تھے۔

مدینہ کے دس سالہ قیام کے اہم واقعات۔ پہلے سال میں مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔ اس کے ملحق سکونت کے لئے ہجرے نیار ہوئے۔ تعمیر ہو جانے پر ابویوب انصاری کے مکان سے آپ یہاں منتقل ہوئے۔ اسعد بن زراہہ انصاری جو شیلے صحابی کی وفات ہوئی۔ جو انصار میں سب سے پہلے جنت البقیع میں مدفون ہوئے اور مہاجرین میں عثمان بن مظعون مدفون ہوئے۔

حضرت انس خادمانہ طور سے آپ کے یہاں مقیم ہوئے۔

دوسرے سال میں محرم میں آپ نے مع صحابہ کے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ حضرت فاطمہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

نکاح ہوا۔ بجائے بیت المقدس کے بیت اللہ قبلہ قرار پایا۔ رمضان میں غزوہ بدر ہوا۔ اور اس میں حضور کی صاحبزادی رقیہؓ نے انتقال فرمایا

تیسرے سال - حضرت جعفرؓ اور حضرت زینب بنت خزیمہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ آپ کی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا۔ جنگ اُحد کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت امام حسنؓ پیدا ہوئے۔

چوتھے سال میں غزوہ بدر قائم ہوا۔ حضرت حسینؓ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کے ہار گم ہونے کے ساتھ تیمم کی شروعات ہوئی۔

پانچویں سال میں واقعہ الجندل کا سفر پیش آیا۔ غزوہ خندق - بنی قریظہ سے جنگ۔ حضرت زینب بنت جحش سے نکاح۔ مستورات کو پردہ کرنے کا حکم۔

چھٹے سال میں غزوہ حدیبیہ - بنی مصلط سے جنگ آپ نے گھوڑ دوڑ کرائی جس میں ابوبکر صدیقؓ کا گھوڑا اول نمبر نکلا۔

ساتویں سال میں غزوہ خیبر میں آپ کو زہر دیا گیا۔ حضرت ام حبیبہ - حضرت میمونہ - حضرت صفیہ سے نکاح ہوا۔ شاہ متوقس کی طرف سے تحائف آئے۔ جعفر ابن ابی طالب حبشہ سے واپس آئے۔

آٹھویں سال - سر یہ موتہ میں زبید ابن حارثہ جعفر ابن ابی طالب - عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ خالد بن ولید - عمرو بن العاص - عثمانؓ ابن طلحہ اسلام لائے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ابیہم پیدا ہوئے۔ حضرت زینبؓ آپ کی صاحبزادی کی وفات ہوئی۔ غزوہ طائف - غزوہ جنین ہوا۔ عکرمہ ابن ابی جہل اسلام لائے۔

نویں سال میں غزوہ تبوک - حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحج مقرر کیا۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو سورۃ براء کے مخصوص مضمون کا اعلان کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھیجا۔ آپ کی صاحبزادی ام کلثومؓ کی وفات ہوئی۔ نجاشی پر غزوات غائبانہ پڑھی گئی قبائل اور ممالک سے اس سال بہت سے وفود نے باگاہ نبویؐ میں باریاب ہوئے۔ اسی لئے اس سال کو سال وفود بھی کہا جاتا ہے مسجد منار کو منہدم کیا گیا۔

دسویں سال میں آپ نے تقریباً ایک لاکھ اہل اسلام کے ساتھ حج ادا فرمایا۔ اس کو حجۃ الوداع بھی کہا جاتا ہے۔ صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات ہوئی۔ سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ اللغین کفر و شرک کے استیصال - اسلام کی اشاعت و شریعت و مکارم اخلاق تکمیل دین کے آخری فرائض سے سبکدوشی اور الیوم اکملت لکم دینکم کی تصدیق کے بعد مسلمانوں کو الوداع کہا۔ اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی خید خلقہ محمدؐ و آلہ و اصحابہ اجمعین

(احقر العباد افتخار احمد بگوسی کان اللہ)

سلام بحضورِ رحمتہ للعالمین

(اثر زبیری لکھنوی)

(۱)

روز و شب روح سرور پہ لاکھوں سلام
 ہر گھڑی جسم اطہر پہ لاکھوں سلام
 اپنے پیارے پیغمبر پہ لاکھوں سلام
 شافع روز محشر پہ لاکھوں سلام
 یانہ یانہ یانہ یانہ یانہ یانہ
 آپ کے روئے نور پہ لاکھوں سلام
 آپ کی ذات ہے اک صاحب کرم
 رحمت رب اکبر پہ لاکھوں سلام
 آپ نے پائیں موعج کی رفعتیں
 آپ کے اوج اختر پہ لاکھوں سلام
 آفتاب رسالت پہ بھیجو درود
 ماہتاب منور پہ لاکھوں سلام
 عاصیوں کو پلائے خم معرفت
 ساقی حوض کوثر پہ لاکھوں سلام
 جس کی چوکھٹ کے جبریل دربان بنے
 اُس شہر ہفت کشور پہ لاکھوں سلام
 جان صدیق و خادق پہ صد درود
 روح عثمان و حیدر پہ لاکھوں سلام
 بارہا رنج امت میں آنسو بہائے
 آپ کے دیدہ تر پہ لاکھوں سلام

(۲)

دیدہ و دل خدا قتبہ پاک پر
 گنبد نور اختر پہ لاکھوں سلام
 نار دوزخ سے آکر بچایا ہمیں
 خلق کے سایہ گستر پہ لاکھوں سلام
 جو رضا آپ کی وہ خدا کی رضا
 ایسے محبوب داور پہ لاکھوں سلام
 ورد امت میں رہتا تھا جو مضطرب
 بھیجو اُس قلب مضطرب پہ لاکھوں سلام
 بس کہ اُس میں ہیں فردوس کی گنتیں
 عرق روئے معنبر پہ لاکھوں سلام
 اُس کی ازواج ذی شان پر رحمتیں
 دخترانِ پیغمبر پہ لاکھوں سلام
 اُس کے اصحاب کی منقبت فرض ہے
 خالد و سعد و بوزر پہ لاکھوں سلام
 السلام اے شفیعِ حلیم کریم
 سایہ لطف داور پہ لاکھوں سلام
 خاکِ نعلین ہے سرمہ چشم و دل
 ایسے کھل منور پہ لاکھوں سلام
 دعوہ عشق سرور ہے گر اے اثر
 بھیج روئے پیغمبر پہ لاکھوں سلام

یتیم کا راج

(از مولانا عبدالماجد دریا آبادی)

کچھ کم چودہ سو برس کا زمانہ گزرتا ہے کہ تمدن کی نمائش گاہوں سے کوسوں دور تہذیب کے سبزہ زار سے الگ ایک دیران دے رونق بستی میں چلچلاتی دھوپ والے آسمان کے نیچے خشک اور پتھر ملی سرزمین کے اوپر ایک شریف لیکن ان پڑھ اور بے زرخیزان میں ایک پتھر عالم آب و گل میں آنکھیں کھولتے ہیں شفیق باپ کا سایہ پہلے ہی سے اُٹھ چکا ہے کال بھی کچھ ہی دوز بعد سفر آخرت اختیار کر لیتی ہے۔ تربیت کے جو ظاہری قدرتی ذریعے ہیں وہ یوں کم ہو جاتے ہیں۔ بوڑھے دادا اپنے آغوش تربیت میں لے لیتے ہیں لیکن پتھر کا بچہ ابھی ختم نہیں ہونے پانا کہ وہ بھی ہمیشہ کی نیند سو جاتے ہیں۔ گھر میں نہ نقد ہے نہ جائیداد نہ حکومت ہے نہ ریاست۔ خانہ دیرانی کا یہ عالم ہے کہ ماں ہے نہ باپ۔ نہ دادا ہیں۔ نہ دادی۔ نہ بھائی۔ نہ بہن۔ تنہا۔ بے ساز و سامان۔ بے یار و مددگار۔ ایک نوعمر اللہ کا بندہ ہے۔ جسے سہارا ہے تو اسی نظروں سے اوجھل مولاکا۔ اور آسرا ہے تو اسی نگاہوں سے غائب مالک کا!

ملک کی حالت یہ کہ شرک کی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی۔ ساری قوم مخلوق پرستی میں ڈوبی ہوئی۔ بدکاری فیشن میں داخل۔ انسانی ہمدردی کے مفہوم سے دماغ نا آشنا۔ ہر قسم کے فسق و فجور کی گرم بازاری۔ بات بات پر لڑنا اور پشت پاشت تک لڑتے رہنا۔ یتیموں کی حق تلفی غریبوں کے ساتھ بے دردی اخلاقی دباؤیں اور روحانی بیماریاں گھر گھر پرسلط۔ یہ حد سے گزری ہوئی حالت تو خاص اس قوم و ملک کی۔ باقی جتنی ہمسایہ قومیں ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی زندگی۔ پاک و پاکیزگی کے معیار پر نہیں۔ مصر۔ ایران چین و ہندوستان مشہور تھا کہ یہ تمام ملک ایک زمانہ میں علم و فن تہذیب و تمدن کے گموارے تھے۔ لیکن اس وقت سب کے سب اخلاقی گندگیوں اور روحانی ناپاکیوں کے زینے بنے ہوئے تھے۔ توحید و خدا پرستی جو سارے اخلاقی نشوونما کی جڑ ہے۔ سرے سے وہی کٹی ہوئی خالق کی یاد دلوں سے غائب اور طرح طرح کے دیبلوں اور واسطوں کی پرستش ہر دل میں رچی ہوئی متفرق طور پر کہیں کہیں اصلاح کرنے والے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن سیلاب کی رو میں کس کے قدم جم سکتے ہیں؟

انسانیت کا تاجدار۔ یہ آواز اس وقت دنیا کے سامنے بلند ہوئی تھی۔ جب اسلام کے خلاف امت امارت و حکومت کی ساری قوتوں کا ایک تھا۔ جب اسلام محدود تھا سنگدستوں اور بیکسوں ضعیفوں اور شکستہ جالوں

کی ایک مختصر سی جماعت تھی۔ اور جب اللہ کا نام زبان پر لانے کا انعام ملتا تھا۔ گالیوں اور ذلتوں کی زبانیوں اور عقوبتوں سے مگر دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ چند ہی روز میں کیسی کایا پلٹ دی تھی قریش کے زور آور سردار خلیفہ بن ثعلبہ کے حلیف اور حمایتی مٹ کر رہ گئے۔ دولت مند یہود کا تختہ الٹ گیا۔ اور جن کی غفل و غم پر فتنہ و اثر پر دولت و سرمایہ پر زمانہ کو ناز تھا۔ ان کے نام تک صفر روزگار سے مٹ گئے۔ سارے تیرہ سو برس کی مدت میں دنیا کا نام سے کہاں پہنچ گئی عقل و دانش کی کتنی منزلیں۔ حد و حساب سے باہر۔ عدد و حساب سے خارج۔ سطح و پائیں۔ الحاد و مادیت کی قلمرو کتنی وسیع ہو چکی۔ پر آج خالق کے نام کے ساتھ جس مخلوق کا نام زبانوں پر آتا ہے اللہ کے ذکر کے ساتھ جس بندہ کا ذکر کانوں تک پہنچتا ہے وہ کسی قید و کسر کی کانہیں کسی زار و فغور کا نہیں۔ دنیا کے کسی شاعر و ادیب کا نہیں کسی حکیم و فلسفی کا نہیں کسی جنرل اور سردار کا نہیں کسی گیارہویں یا کسی راہب کا نہیں کسی رشی کا نہیں۔ یہاں تک کہ کسی دوسرے پریم پر بھی نہیں۔ بلکہ بعد اللہ کے تختہ چکر آمد کے نور نظر۔ خاک بطحا کے اسی بیکس و بے بس یتیم کا۔ جسے قریش کے زور آور جبل و نخوت کے نشتر میں اپنا ہی جیسا محض ایک مشت خاک سمجھ رہے تھے کشمیر کے سبزہ زار میں۔ دکن کی پہاڑیوں میں۔ افغانستان کی بندوبوں میں۔ ہمالیہ کی چوٹیوں میں۔ گنگا کی وادیوں میں۔ چین میں۔ جاپان میں۔ جاوا میں۔ برہما میں۔ روس میں۔ بخارا میں۔ مصر میں۔ ایران میں۔ عراق میں۔ شام میں۔ فلسطین میں۔ ترکی میں۔ چین میں۔ مراکش میں۔ طرابلس میں۔ ہندوستان کے گاؤں گاؤں میں اور ان سب مہذب و نیم مہذب ملکوں کو چھوڑ کر خالص ناف تمدن و مرکز تہذیب۔ لندن۔ پیرس اور برلن کی آبادیوں میں ہر سال نہیں ہر ماہ نہیں۔ ہر ہفتہ نہیں۔ ہر روز اور ہر روز بھی پانچ پانچ مرتبہ۔ بلند بیناروں سے جس نام کی یاد خالق کے نام کے ساتھ فضا میں بونجی ہے۔ وہ اسی ایک سچے اور اچھے کا نام ہے۔ جسے بصیرت سے مردم دنیا نے ایک زمانہ میں محض ایک بیکس و یتیم کی حیثیت سے جانا تھا۔ یعنی ہیں یتیم کے راج اس کے تفسیر ہے و دفعنا لک ذکرک کی کسی ایک صوبہ پر نہیں۔ کسی ایک جزیرہ پر نہیں۔ کسی ایک ملک پر نہیں۔ دنیا پر دنیا کے دلوں پر آج حکومت ہے تو اسی یتیم کی راج ہے تو اسی اُمی کا۔ روشن خیال مصری دنیا میں قدم کھتا ہے تو اسی کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوا۔ خوش عقیدہ افغانی پناہ ڈھونڈتا ہے تو اسی پاک کی۔ بانباز ترک دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ تو اسی کے نام کا کلمہ پڑھتا ہوا۔ اور مراکش کا حجاب سینہ پر گولی کھا کر گرتا ہے تو اسی کے نام کی بلندی کی گواہی دیتا ہوا۔ شاعر اگر ان مشاہدات کے بعد بے خود ہو کر پکار اُٹھے کہ ہمسر

نام الہی نام تست۔ تو کون اس کی زبان پکڑ سکتا ہے۔ اللہ صلی وسلم علیہ

اِنَّا عَطَيْنَاكَ الْکُوْثَرَ۔ کفار طعنہ زن ہیں کہ تیری نسل ختم ہو رہی ہے۔ اور تیرا سلسلہ منقطع ہو رہا ہے

تیری نسل بھلا کبھی ختم ہونے والی اور تیرا سلسلہ کبھی بھی قطع ہونے والا ہے وہ یہ باطن دیکھنے کو زندہ نہ رہینگے۔ لیکن ان کے جانشین دیکھینگے۔ جن ولید و کھینگے۔ آفتاب و ماہتاب دیکھینگے کہ تیری نسل قائم اور تیرا سلسلہ دائم ہے۔ بادشاہتیں بنیں گی اور بگڑیں گی۔ حکومتیں قائم ہوں گی اور مٹیں گی۔ شہر بسیں گے اور اُجر ٹینگے۔ قومیں ابھرینگی۔ اور مٹا ہونگی۔ لیکن تیرا نام زندہ اور تیرا کام پائیدہ۔ قیامت تک قائم اور قیامت کے بعد بھی قائم۔ دنیا میں تیرے نام کی وہ عزت ہوگی جو نہ آج تک کسی بندہ کی ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔ اُونچے اُونچے میناروں سے تیرا نام ہمارے نام کے ساتھ پکارا جائیگا۔ دشت و جبل صحرا اور دریا۔ بحر و بر۔ شہروں اور دیہاتوں آبادیوں اور دیوانوں سمندر وں اور پہاڑوں۔ وادیوں اور گھاٹیوں میں سب کہیں تیرے نام کی منادی ہوگی حجاز و عراق۔ یمن و شام۔ حبش و مصر۔ ایران و توران۔ بخارا و ہندوستان۔ چین و جاپان۔ روس و افغانستان۔ جرمنی و انگلستان۔ فرانس و امریکہ۔ دنیا کا گوشہ گوشہ اور ہماری وسیع زمین کا چپہ چپہ تیرے نام کی پکار سے گونجیگا۔ ذرہ ذرہ تیرے کام کی عظمت کی گواہی دیگا۔ اور تیرا نام ان ان کانوں تک پہنچے گا جو سوا تیرے ہر دوسرے ہادی کے نام سے نا آشنا ہوں گے۔ آج تو ان کو دُوروں کی نگاہ میں حقیر ہے کل تو ہی بلند کیا جائیگا۔ کل تیری ہی عزت ہوگی۔ اور اس وقت ہوگی جب سب کی عزتیں پامال اور سب کی شہرتیں خاک میں مل چکی ہوں گی جو اپنی شامت سے تجھے مانینگے نہیں۔ وہ بھی کم از کم تجھے جان ضرور لینگے اور تیری صلیبی اولاد کے بدلے ہم تیری معنوی اولاد کو دروں و اربوں کی تعداد میں اور اس سے بھی کہیں بڑھ کر انسان کے شمار و اعداد میں نہ سما سکنے والی تعداد میں قیامت تک ایسی پیدا کر دینگے جو تجھے اپنے والدین سے کہیں بڑھ کر عزیز و محبوب مکرم و محترم کہیں گی جو اپنی نجات تیری رضا جوئی پر موقوف سمجھیں گی جس کی درد زبان اُٹھتے اور بیٹھتے تیرا ہی نام اور تیرا ہی کلمہ رہیگا۔ تیرے نام پر بگننتی اور بے شمار درد پڑھا جائیگا۔ اور تیرے نام کی تسبیحیں صبح اور شام۔ دوپہر اور سہ پہر۔ آدھی رات کو اور پچھلے پردن اور رات کے ہر لمحہ میں پڑھی جاتی رہیں گی۔ تیرے نام کا وہ ادب و احترام ہوگا جو کسی لڑکے نے اپنے باپ کا نہ آج تک کیا نہ آئندہ کریگا۔ ہم نے بہتوں کو عزتیں بخشی ہیں۔ بہتوں کے مرتبے بلند کئے ہیں۔ بہتوں کو سرداریاں عطا کی ہیں۔ لیکن جو مرتبہ تجھے عطا ہو رہا ہے وہ بس تیرے ہی ساتھ مخصوص ہے۔

سیرت پاک کی عظمت - تیرے منہ سے نکلے ہوئے بول ایک ایک کر کے جمع کئے جائینگے اور اس شغف و اہتمام تحقیق و استناد کے ساتھ جمع کئے جائینگے کہ ان کی کوئی نظیر دنیا کی کوئی تاریخ کوئی تذکرہ کوئی ملفوظ کوئی سوانح عمری نہ پیش کر سکے گی۔ تیری سیرت اور تیری تاریخ اس تفصیل و جامعیت کے ساتھ دنیا کے حافظوں کو محفوظ رکھی جائیگی جس کی مثال نہ کسی بادشاہ کشور کشا کی سیرت میں ملیگی نہ کسی نبی و

ولی کے تذکرہ میں تیرے اٹھنے بیٹھنے - چلنے پھرنے - بولنے ہنسنے - سونے جاگنے - کھانے پینے - سب کا ایک جزیہ تک محفوظ رکھا جائیگا۔ کروڑا کروڑ اور ارب ہا ارب بندے اپنی نجات تیرے ہی نقش قدم پر چلنے سے وابستہ سمجھیں گے۔ بیسیوں اور سینکڑوں کتابیں تیرے ملفوظات اور تیرے معمولات پر تالیف کی جائیں گی۔ اور ہزار ہا ہزار ان کی شرحیں تیار ہوں گی۔ اور خود تیری ذات تو بڑی چیز ہے۔ جنہوں نے مجھے کبھی دیکھا۔ بلکہ جنہوں نے تیرے دیکھنے والوں کو دیکھا انہیں بھی زندہ رکھا جائیگا۔ انہیں بھی ممتاز و بلند کیا جائیگا۔ ان کی سیرتیں بھی تاریخ کے نگار خانہ میں من و عن محفوظ رکھی جائیں گی۔ دُنیا بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بڑے سے بڑے شاعروں کو بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھول جائیگی لیکن نہ بھول سکیگی۔ تو اس اُن پڑھ اور فاقہ مست بدی کو جس کی خصوصیت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ تیرے دیدارِ جمال سے مشرف ہوا ہے۔ وآرا و سکندر۔ چنگیز و جولیس سیزر۔ نپولین و مسولینی۔ جالینوس و بقراط و فیثاغورث و سقراط۔ ارسطو و افلاطون و نیوٹن و اسپنسر اپنے علم و عمل کے بڑے بڑے کارنامے اپنی دانش پر وہیوں اور اپنی فہمندیوں کی بڑی بڑی یادگاریں اپنے نزدیک دنیا کے لئے چھوڑ کر جائیں گے۔ ان سب کی یاد رفتہ رفتہ بھلا دی جائیگی۔ سارے نقش دیکھتے دیکھتے ماند پڑ جائیں گے۔ اور لوح دہر پر نقش قائم رکھا جائیگا تو تیرا اور تیرے غلاموں کا اور تیرے غلاموں کے غلاموں کا۔

رسول اللہ کی معنوی اولاد۔ تو ان پڑھ ہے اور حروف و کتاب سے نا آشنا لیکن تیری عظمت کی گواہی دینے والے وہ ہونگے جنہیں ناز اپنے علم و فضل پر اور دعوے اپنے کمال فن کا ہوگا۔ کچھ لوگ تیرے اقوال و ملفوظات کی جمع و تحقیق اور ان کی شرح و تفسیر میں اپنی اپنی عمر بسر کر دیں گے۔ اور بخاری و مسلم ابن حجر و ابن جوزی کی طرح محدثین کے گروہ میں مشہور ہونا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھیں گے۔ ایک گروہ تیرے بتائے ہوئے احکام کی جانچ پڑتال اور ان سے استنباطِ جزئیات کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیگا۔ اور ابو حنیفہ و شافعی۔ مالک و ابو یوسف و بخاری و مزی کے مثل افتاء و فقہ کو اپنے لئے باعثِ سعادت خیال کرے گا۔ ایک جماعت تیری باطنی تعلیمات کی دلدادہ ہو کر راہِ سلوک و مجاہدہ میں پڑ جائے۔ اور کتنے ہی جنید و شبلی و جیلانی و اجمیری تیرے ہی شعل سے اپنے اپنے چراغِ نسلا بعد نسل جلاتے رہیں گے۔ ردی و سعدی۔ حافظ و سنائی۔ اکبر و اقبال۔ اپنے شاعرانہ کمالات کو تیری غلامی پر نثار کر دیں گے۔ ابو حامد غزالی اور دلی اللہ دہلوی اپنی سر بلندی تیرے ہی بتائے ہوئے حقائق و اسرار کی تشریح و ترجمانی میں سمجھیں گے اور رازی و طوسی۔ فارابی و ابن سینا کو عقل و دلیل کے طوفان میں اگر پناہ ملیں گی تو تیرے ہی دامن کے سایہ میں احادیث۔ اصول۔ فقہ۔ سلوک۔ تصوف۔ کلام۔ کتنے ہی فن مخصوص تیرے ہی سلسلہ کی خدمت کے لئے عالم و جویں میں

اسلام کے زندہ معجزے قرآن مسیۃ النبی

(از حضرت مولانا غلام غوث صاحب بلفہ ہزارہ)

دنیا میں جتنے پیغمبر آئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازراہ مہربانی ان کو چند ایسی باتیں بھی مرحمت فرمائیں جو عامۃ الناس کے حیضہ قدرت سے باہر تھیں ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے دعائے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ عصائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حیات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ احیاء مولیٰ اور آتش مرقوم کا بروسلام ہونا وغیرہ ہزاروں معجزات۔ یوں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت بھی بہ تقاضا رحمت عامہ مخلوق کی ہدایت کے لئے تھی۔ لیکن مزید مہربانی فرما کر ان کو معجزے بھی عطا فرمائے۔ تاکہ حق و باطل کی تمیز میں زیادہ آسانی ہو۔

چونکہ ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مخصوص قوم اور متعین مدت کے لئے ہوتی تھی۔ اس لئے ان کے تشریف بری کے ساتھ ساتھ ان کے معجزات بھی ختم ہوتے گئے۔ لیکن چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتی دنیا تک کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اور آپ کی کتاب قرآن پاک مکمل ہدایت نامہ تھا۔ جس کے بعد قیامت تک کوئی اور ہدایت نازل نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ دونوں قیامت تک قائم و دائم رہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب اللہ تعالیٰ۔ میں پہلے قرآن پاک کے دوام و بقا کا ذکر کر دینگا پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات کا۔

پہلا زندہ معجزہ قرآن پاک۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ قَوْلُنَا الَّذِیْ کَرُوْا اِلٰہَ لِحٰفِظُوْنَ۔ (ترجمہ۔ یقیناً ہم نے ہاں ہم ہی نے قرآن اُنارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے رہیں گے)۔ عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر اتنا ناز تھا کہ وہ باقی دنیا کو عجم اور گونگا کہتے تھے۔ بات ابھی یہ تھی۔ چنانچہ ایک شخص کو اُلٹا کوٹیں میں اگر لٹکا دیتے۔ پھر اُسے اُوپر کھینچ کر لاتے تو اس آمد و رفت کی بے اطمینانی حالت میں وہ سینکڑوں فصیح شعر کہہ ڈالتا۔ عین میدان جنگ میں صفوں سے نکل کر فی البدیہہ ایک شاعر و شمنوں کو شعروں میں کوستا اور بڑی بڑی ڈھینگیں مارتا اور دوسرا اس کے مقابلہ پر آگئی ابتر اس کا جواب دیتا۔ عربوں کا یہ سب سے بڑا کمال تھا۔ اسی میں قدرت نے ان کو تحدی دی (چیلنج کیا) و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبنا فاذا نزل بسورۃ من مثلہ وادعوا شہناء کم من دون اللہ ان کنتم صادقیں (ترجمہ۔ اگر تمہیں میرے اس کلام میں کوئی شک ہے جو میں نے

اپنے بندے پر تارا ہے تو اس کی طرح ایک سورۃ تو بنالو۔ اور (اس سلسلہ میں) خدا تعالیٰ کے سوا جتنے تمیلے یار و مددگار یا معبود ہیں ان کو بھی بلاوا کہ تم سچے ہو۔

دنیا گواہ ہے کہ عرب ایک آیتہ کے مقابلہ میں بھی کوئی کلام نہیں بنا سکے۔ قدرت نے ان کو غیرت بھی دلائی کہ اپنے جھوٹے خداؤں کو بھی ساتھ کر لو۔ پھر بھی ان کو ہمت نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ادب بھی اشتعال دلایا کہ فان لم تفعلوا فاعلموا فان تقوا النار التي وقودها الناس والحجارة ترجمہ لیکن اگر تم ایسا نہ کر سکتے اور دس لوگوں ہرگز نہ کر سکو گے۔ پھر تم اس آگ سے ڈرتے کیوں نہیں جس کا ایندھن انسان اور ان کے معبود (پتھر ہو گئے۔

آج تک دنیا قرآن پاک کے مقابلہ سے عاجز ہے۔ فصحاء عرب ختم ہو گئے۔ بدترین پوشناہ اسلام صلیب پرست آئے اور منہجر جیسی کتابیں بھی لکھیں۔ کلام عرب کے تمام اقسام پر ان کا علم فصاحت و بلاغت میں نہ معانی اور حقائق میں۔ نہ اس کی طرح ضابطہ حیات لا سکے۔ نہ ایسی سیاسی معاشی اور اخلاقی تعلیم پیش کر سکے۔ اور نہ ہی اس کی تباہی ہوئی غیبی خبروں کو جھٹلا سکے۔

دوام معجزہ۔ پھر پروردگار عالم نے اس کتابی معجزہ کو تاقیام قیامت و دوام بخشا۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ دین محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکی۔ توریت و انجیل وغیرہ میں تحریف ہوئی۔ یہاں تک کہ خدائی کلام کا برائے نام حصہ ان میں رہ گیا ہو گا۔ وید کا تو کہنا ہی کیا ہے جس کو آسمانی کتاب کہنا بھی غلط ہے جو شرک سے بھری پڑی ہے۔ لیکن قرآن کا معجزہ ہے کہ وہ جوں کاتوں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس کی حفاظت کے لئے لاکھوں حافظ قرآن پیدا کئے۔ اگر آج دنیا کے تمام قرآن مجید ضائع کر دیئے جائیں تو ایک دن میں پھر لاکھوں لکھے جاسکتے ہیں۔ ایک آیت ایک لفظ بلکہ ایک شوشہ تک کی کمی بیشی قرآن پاک میں نہیں آئی **کمال حفاظت۔** زبر زیر کا کیا کہنا۔ لب و لہجہ کی حفاظت بھی فرمائی گئی۔ لاکھوں قاری فرمائے گئے۔ جو اُسے اُسی لب و لہجہ سے تلاوت کرتے ہیں جس لب و لہجہ میں حضرت شارح علیہ السلام فرماتے تھے۔ سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ۔

معانی کی حفاظت۔ نظم و ظاہری الفاظ و کلمات سے گزر کر معانی کی بھی حفاظت کی گئی ہے۔ کیونکہ قرآن کلام اور معانی کے مجموعہ کا نام ہے۔ معانی کی حفاظت دیکھئے۔ دنیا میں ہر ملک ہر قوم کا علیحدہ علیحدہ قانون ہے لیکن ہر سال ان میں ترمیمیں ہوتی رہتی ہیں۔ نظائر و امثلہ جات کے انبار لگ جاتے ہیں مگر خدائی قانون ہے جس میں اونے اسی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اسی اصلی اور غیر متبدل شکل میں موجود ہے اور دنیا

تدریجاً بدلتے بدلتے اس کی طرف آرہی ہے۔

قرآن پاک کے اصلی اور دُعاویٰ اور وہ معانی جو ملاحظہ وندی ہیں اسی طرح کتب تفاسیر میں محفوظ ہیں جس طرح روزِ اَوَّل میں تھے۔

دوسرا زندہ حجرہ۔ قرآنی معانی کی حفاظت کے سلسلہ میں دوسرا زندہ معجزہ یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک معنی تو یہ ہے کہ آپ مرے نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دُنیا سے آپ تشلیف نہیں لے گئے۔ یا سکراتِ موت آپ پر نہیں گزری یا آپ جسمانی طور پر وفات پا کر دفن نہیں ہوئے۔ یہ سب باتیں باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح آپ پر بھی بتقاضا بشریت واقع ہوئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بندہ دل کو جو دوسری زندگی ملتی ہے جو ہماری عقول سے بالاتر عالمِ برزخ سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ زندگی اور سب سے زیادہ آپ کو ملی۔ یوں سمجھیں کہ کوئی کاغذ اگر جسمانی طور سے بھی مر گیا اور روحانی طور سے بھی موت سے بدتر موت میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن ایک مسلمان حالتِ ایمان پر فوت ہوا۔ تو یہ جسمانی طور سے تو مر گیا لیکن روحانی طور پر جو ایمان کی برکت سے اس کو زندگی ملی تھی اس زندگی میں ایک گونہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ صالحین کی یہ زندگی اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور شہداء کی یہ زندگی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ زندوں کی طرح غسل دینے اور کفنانے سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیئے گئے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس زندگی میں اتنی ترقی ہوتی ہے کہ زندوں کی طرح ان اجتماعِ مبارک کو بھی نہ کھڑے کھاتے ہیں نہ میٹھی کھاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس زندگی کا درجہ اتنا بلند ہے کہ زندوں کی طرح آپ کی ازواجِ مطہرات سے کسی کو عقد کرنا ناجائز ہوا۔ بلکہ یہاں تک کہ آپ کے روضہ مبارک پر جو شخص جا کا سلام علیکم عرض کرتا ہے آپ اپنی زبان مبارک سے اسے جواب دیتے اور علیکم السلام فرماتے ہیں۔

وراثت کے معاملہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احکامِ مَرْدوں کی طرح نہیں بلکہ زندوں کی طرح رکھے ہیں۔ ان کی وراثت تقسیم نہیں ہو سکتی۔ آپ نے فرمایا۔ نحن معشر الانبیاء لا خِوَرٌ وَاَوْسَرَتْ مَا خَوَّكُنَا لَا صَلَاقَ۔ ہم پیغمبرِ لوگ نہ دارث بنتے ہیں نہ ہماری وراثت تقسیم ہوتی ہے۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ایک خاص قسم کی زندگی ہے جسے نہ ہم سمجھ سکتے ہیں نہ اس زندگی سے ہمیں بحث ہے۔

پیغمبرانہ زندگی۔ میری بحث بحیثیت خاتم الانبیاء کے زندگی میں ہے۔ تو چونکہ آپ قرآن پاک

کے عملی تفسیر تھے۔ مخلوق کی ہدایت کے لئے کسی اور نبی کو آنا نہ تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مکمل نمونہ عمل بنا کر مخلوق کو آپ کی پیروی کا حکم دیا تھا لہذا کان لکم فی رسول اللہ اُسْوۃٌ حَسَنَةٌ (ترجمہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر میں بہترین عملی نمونہ موجود ہے) اس لئے آپ کی سیرت کا بقا آپ کے اعمال و اقوال کی حفاظت اسی طرح ضروری تھی جس طرح نظم قرآن کی (الفاظ قرآن)

اعجازِ حفاظت - آپ کی سیرت کی حفاظت بطور خود ایک معجزہ ہے۔ آپ کے اقوال و اعمال معاشرت - عبادات - اخلاق و عادات - صورت و سیرت - دن - رات کے مشاغل - ذکر و فکر - سفر و حضر اہل و عیال - جنگ و صلح - چلنا - پھرنا - اٹھنا - بیٹھنا - کھانا - پینا - سونا - جاگنا - ہنسنا - بولنا - ملنا - ملانا - حتیٰ کہ غسل وضو اور طہارت کے حالات بھی محفوظ ہیں۔

بلکہ آپ کی شکل صورت - قد و قامت - بال مبارک - سینہ مبارک - پشت مبارک - چہرہ مبارک - ڈاڑھی مبارک - دندان مبارک - ہاتھ پاؤں - انگلیاں سب ضبط تحریر ہیں۔ آپ کی ولادت - رضاعت - بچپن جوانی - کمولت سب کے حالات قلمبند ہیں۔ اور اڑھنے بچھو نے - نعلین - کپڑے - برتن - چٹائی - مکان - مسجد - دروازوں تک کی یادداشت کر لی گئی ہے +

وحی - تلاوت - وعظ و نصیحت - ممبر و مسجد - ہجرت و قیام سب کچھ دنیا کے سامنے آپ کے حیات مبارک کے سال اور دن لگے ہوئے ہیں۔ ایک ایک منٹ کے ارشادات و معمولات محفوظ ہیں۔ سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ +

دنیا کو چیلنج ہے کوئی شخص جو کوئی اور ایسی ہستی پیش کرے جس کی زندگیوں قیامت تک کے لئے محفوظ ہو۔ جس کے بالوں اور پسینے تک کی کیفیت نظروں سے اچھل نہ ہوئی ہو۔ جس کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لئے اہل قانون کا درجہ رکھتا ہو۔ اور جو اپنی زندگی کو اپنی صداقت کی دلیل میں بیانگ دہل پیش کرے۔ وَلَقَدْ بَشَّرْنَاكَ مِنْ قَبْلِهِ اَخْلَا تَعْقِلُونَ (ترجمہ - اور میں نے تو تم میں اس سے پہلے ایک زمانہ گزرا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے)۔

دنیا والو دیکھو۔ ہمارے برگزیدہ پیغمبر کو دیکھو ہاں اچھی طرح بجا کر دیکھو۔ آپ کی عبادتیں دیکھو رات کے مشاغل دیکھو۔ دن کے کام دیکھو۔ وعظ و تبلیغ دیکھو۔ بے نفسی و بے لوثی دیکھو۔ صبر و استقامت دیکھو۔ اپنی صداقت کا یقین اور اپنے مالک پر بھروسہ دیکھو۔ کامیابی کی پیشگوئیاں دیکھو۔ پھر ان کا پورا ہونا دیکھو ہاں ظاہر و باطن کو پرکھو۔ مدینہ منورہ میں کامیابی کے وقت دیکھو۔ مکہ معظمہ میں مصائب و آلام کے وقت بے یار و مددگار دیکھو۔ آیا کوئی مدینہ میں تکبر کا کلمہ ہے۔ یا مکہ میں جہیں مبارک پر کوئی شکن ہے؟ ہاں

دنیا والو یہ سب اسی لئے ہے کہ تم پر تمام محبت ہو تم اچھی طرح پرکھ کر بھی ایمان نہ لاؤ تو تم خسار الٰہی دنیا والا خسر کا کمصداق ہو جاؤ۔ یہ سب اس لئے ہے کہ تم ٹھنڈے دل سے غور کر کے اس کی اطاعت کرو۔ اور دنیا میں سرخرو اور قیامت میں بامراد ہو جاؤ۔

اسلام کی حقانیت۔ اے دنیا کے بسنے والو۔ اگر آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام سچے نبی ہیں۔ اگر ابراہیم علیہ السلام۔ موسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام اور لاکھوں پیغمبر اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ اور یقیناً سچے نبی ہیں تو رات۔ زبور۔ انجیل کی شہادت یہی ہے۔ کروڑوں یہود اور عربوں عیسائی ان کی صداقت کے گواہ ہیں۔ تو پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سچے نبی اور خاتم النبیین ہیں۔ جو ان سب کی تصدیق فرماتے اور اس منزل مقصود کے آخری نشان راہ ہیں۔ اور جن کے بعد سوائے چند جھوٹے مرتدین کے کوئی نبی نہ آیا۔ اور نہ آئیگا۔ اور جن کی تعلیمات اور جن کی سیرت کو زندہ رکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل دنیا کو کسی نئی کتاب اور نئے نبی سے بے نیاز کر دیا ہے۔ **الیوم اکملت لکم دینکم** ترجمہ۔ آج ہم نے تمہارے لئے دین کی تکمیل کر دی۔

اہل اسلام کو دعوت عمل۔ برادران اسلام قرآن پاک اور رسول پاک جیسی خدائی نعمتوں کی اگر ہم ناقد رشتناسی کریں۔ جیسے فرمایا گیا ہے **وَاتَّخَذْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي** اور میں نے تمہیں اپنی پوری نعمت دے دی جس کے بعد مخلوق کے طرف کے لحاظ سے اور کوئی بڑی نعمت نہیں ہو سکتی تو آپ ہی فرمائیں کہ اس ناقد رشتناسی بے پردہی اور کفران نعمت کی کتنی سزا ہمیں ملنی چاہئے۔ ہم ادبوں کی شکایت کرتے ہیں آئیے ہم سب اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ کیا موجودہ رسوا کن مصلاب کی حقیقی وجہ خود ہمارے اعمال تو نہیں؟

اسلام سے مذاق مت کرو۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی قدرت نے حفاظت یونہی نہیں فرمائی بلکہ یہ قدرت کی تنبیہ ہے کہ یہ نمونہ عمل قیامت تک قائم و دائم رکھ کر میں اس کی پیروی چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے محبوب کی شکل و صورت پسند ہے۔ ان کے اخلاق و اعمال میری مرضی کے مطابق ہیں۔ ان کی تعلیم خود میری تعلیم ہے۔ **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَاءِ الْاَوْحٰی يُوحٰی** (ترجمہ) یہ پیغمبر اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے صرف ہمارا حکم ہوتا ہے جو بتایا جاتا ہے۔

مسلمانو! جب تمہیں خلفاء و راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقیدوں پر رہنے کا حکم کیا جاتا ہے۔ قادیانی اور نہجری عقاید سے روکا جاتا ہے تو تم اسے جنگ عقائد کہہ کر رد کرتے ہو۔ جب تمہیں سود سے بچنے اور عورتوں کی بے پردگی سے روکا جاتا ہے تو تم اسے ترقی کی راہ میں۔

رکاوٹ قرار دیتے ہو +

جب تمہیں ظاہری شکل اسلامی بنانے کا کہا جائے تو تم کہتے ہو دل صاف ہونا چاہئے ۔
جب تمہیں سادہ مسلمانی لباس پہننے کی ترغیب دی جائے تو تم کہتے ہو اسلام کپڑوں میں نہیں گھسا
جب تمہیں فخر و خنزیر یا اور حرام ماکولات پر ٹوکا جائے تم جواب دیتے ہو ۔ کھانے پینے میں کیا
دھرا ہے +

جب تمہیں روزہ اور نماز کے لئے کہا جائے ۔ تم جین بجین ہو کر اُسے ملّا ازم قرار دیتے ہو جب
تمہیں عدل و انصاف اور اسلامی قوانین کی طرف توجہ دلائی جائے تو تم اسے دقیا نوی خیالات سے
تعبیر کرتے ہو +

جب تمہیں جہاد کے لئے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ۔ اسلام کو سر بلند کرو ۔ تو
تم زمین پر گرے چلے جاتے ہو ۔ وَمَا لَكُمْ اِذَا قِيلَ لَكُمْ الْفُرُوْغُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَنْ تَاْتِلْتُمْ اِلٰی الْاَرْضِ
فَاعْتَبِرْ وَاٰیَا اُولٰٓئِی الْاَبْصَارِ +

سُرخ نشان ○ دائرہ میں سُرخ نشان سالانہ چنہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ اُنیدہ
ماہ کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی ارسال ہو گا۔ جس کے زائد اخراجات
سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے۔ کہ آپ اپنا چنہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری
منظور نہ ہو۔ تو اطلاع دیں۔ خدا را وی۔ پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق
نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری منبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(غلام حسین منیخبر شمس الاسلام بھیجے)

حزب الانصار کا سالانہ جلسہ

حزب الانصار کے سالانہ جلسہ کی تاریخوں کا اعلان جلد ہی
کیا جائے گا۔ تاریخیں کرام منتظر رہیں +

(ناظم جلسہ)

حضرت رحمۃ اللعالمین

(مولوی سلطان احمد صاحب پناہووی)

انسان کو صراطِ مستقیم دکھانے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اور امکانی قوت سے گم گشتگانِ راہ کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اس مقصد میں کامیابی و کامرانی حاصل کر کے آسمانِ شہرت پر درخشندہ ستارہ بن کے چمکے۔ اور خلیفۃ اللہ، کلیم اللہ، خلیل اللہ وغیرہ خطابات سے نوازے گئے۔ مگر جب سرور کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو بارگاہِ ربوبیت سے رحمۃ اللعالمین کے خطاب سے پکارے گئے۔

ربِّ العالمین نے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ کو رحمۃ اللعالمین فرما کر بیظاہر کر دیا۔ کہ جس طرح پروردگار کی الوہیت عام ہے۔ اس کی ربوبیت سے کوئی چیز بھی لاپرواہ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح رسولِ کریم کی تعلیمات و تقییمات سب کے لئے اور سب کے فائدے کے لئے ہیں۔ اور کوئی شئی بھی حضور کی رحمت سے خود کو مستغنی ثابت نہیں کر سکتی ہے۔

رحمت کے معنی پیار۔ ترس۔ دیا۔ ہمدردی۔ غمگساری۔ محبت اور خبر گیری ہیں۔ ان الفاظ کے معانی اس لفظ کے اندر پائے جاتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ اللعالمین ہونے کا مفہوم آپ کی سیرتِ مقدسہ سے سمجھا جاتا ہے۔ آپ کے سوانحِ حیات سے چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

تبلیغِ دین کے والہانہ جذبہ میں حضور رحمۃ اللعالمین نے مکہ کو چھوڑ کر عرب کے دیگر قبائل میں جا کر پیغامِ خداوندی پہنچانا شروع کیا۔ تو آپ طائف تشریف لے گئے۔

طائف ایک پہاڑی جگہ تھی جہاں مکہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں کے پہاڑ سطحِ سمندر سے چار ہزار فٹ بلند ہیں۔ یہ نہایت سرسبز و شاداب مقام ہے۔ باغات اور میوہ جات کی کثرت ہے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر سلسلہ و عظمتِ نصیحت شروع فرمادیا۔ تو ادباً شہ جمع ہو گئے۔ اور اپنی جھولیوں کو پتھروں سے بھر بیٹھے جب آپ تقریر فرماتے تب چاروں طرف سے آپ پر پتھر پھینکے جاتے۔

متواتر کئی روز اسی طرح گذرے۔ آپ کے صبر و استقلال کو دیکھ کر ان کا غصہ اور بڑھا۔ ایک روز آپ پر اتنے پتھر برمائے گئے کہ آپ زخم کھاتے کھاتے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس وقت کسی نے

آپ کے خادم زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا پانی بھی نہ دیا کہ آپ کے منہ مبارک میں ڈالے۔ اس وقت عرض کی گئی کہ حضور ان کے لئے بدو دعا فرمائیں۔ تو آپ نے زبان درفشان سے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اَهْل قَوْمِ قَحْصٍ لَا يَعْلَمُونَ۔ اے میرے اللہ میری قوم مجھ کو نہیں پہچانتی۔ تو ان کو ہدایت فرما۔ اگر پہچانتے تو ایسا نہ کرتے۔ یہ رحمت للعالمین کی شان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اذیت دینے والی قوم کو غضب الہی سے بچانے کے لئے ایسی دعا مانگی۔

قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کے شرائط کو پس پشت ڈال دیا۔ اور عمدہ شکنی کر کے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ معاہدہ کی رو سے قریش کے ساتھیوں میں سے کسی کا مسلمانوں کے کسی سہیلیہ پر حملہ کر دینا معاہدہ کو توڑ دینا تھا۔ خزاعہ نے حرم میں پناہ لی مگر وہاں بھی اس کو پناہ نہ ملی۔ کسی۔ خزاعہ کے چالیس شتر سوار ان سے فریاد لے کر مدینہ پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ سنا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔

چنانچہ ۱۰ رمضان المبارک کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کی فوج درنوح ہمارا لیکر مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ جزائر لشکر جس منزل پر جا کر قیام کرتا وہاں ایک میلہ لگ جاتا۔ جن دروں سے ہو کر گزرتا فلک بوس انہوں سے بڑی بڑی چٹائیں مرتعش ہو جاتیں۔

جب مکہ کے قریب پہنچے تو شہنشاہ اسلام کی کمان میں دس ہزار فوج تھی اور سب چمکتی تلواروں چمکاتے نیزوں کے ساتھ میں خدائے کعبہ کے دروازے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

قریش مکہ بے نہ نہ تھے۔ ان کو اپنے کئے کا علم تھا۔ ڈر رہے تھے کہ ہماری بدعہدیاں عنقریب رنگ لانے والی ہیں۔ بعض مبصرین اور زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف ہوئے اور طے کیا کہ مابین میں سرکار کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔ جس کے ذریعے از سر نو تجدید عہد کی جائے۔ اور گزشتہ جرموں کی عذرخواہی کر کے مناسب طریقہ سے مصالحت نامہ پھر سے مرتب کر لیا جائے۔

اسی مشورہ کے مطابق بدیل بن ورقہ ابوسفیان، حکیم ابن حزم مدینہ جانے کے لئے مکہ کے حصار سے باہر نکلے۔ وادی مرانظر کے قریب پہنچ کر انہیں محسوس ہوا کہ تمام دادی میں ایک آگ لگی ہے۔ بدیل نے کہا کہ شاید بنو خزاعہ اپنا بدلہ لینے کے لئے آ پہنچے۔ ابوسفیان نے کہا کہ نہیں ان کے پاس اتنا بڑا لشکر کہاں سے آیا معلوم ہوتا ہے کہ ایران یا روم نے عرب کو پامال کرنے کے لئے بیڑا اٹھایا ہے۔

اسی اثنا میں حضرت عباس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ اور وہیں سے پکار اٹھے۔ اے ابوحنظلہ کہاں آ رہے ہو۔ حضرت عباس کی زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں سے بڑی دوستی تھی۔ ابوسفیان نے پوچھا۔ اے دوست یہ کونسی فوج قریب خیمہ زن ہے۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ بخت بے خبر

مجھے معلوم نہیں۔ یہ سرور کون و مکان کے فطائی ہیں۔ ابوسفیان اس لشکر عظیم کو دیکھ کر سٹپٹا گئے۔ پھر جو اس درست ہوئے تو پوچھنے لگے۔ بتاؤ دوست اب کیا کیا جائے۔ اگر آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے خبری میں مکہ داخل ہوئے۔ تو صحابہ کرام کے ہاتھوں سے کوئی متنفس نہیں بچ سکیگا۔ خدا کے لئے کوئی ایسا کام کہ وہ یہ خون کی ندیاں نہ بہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا اور تو کوئی صورت نہیں سوائے اس کے تم خود بارگاہ نبوت میں چل کر عرض کرو۔ سفارش میں کرونگا۔ اگر سرکار قبول فرمائیں تو کچھ نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباس نے ابوسفیان کو ساتھ لیا۔ اور دوسرے لوگ واپس مکہ چلے گئے۔ تاکہ اہل مکہ کو ان حالات سے آگاہ کریں۔

ابوسفیان کے داخل ہوتے ہی لشکر اسلام میں پکار مچ پڑ گئی۔ جن غریب مسلمانوں کو ستایا تھا۔ ان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ ان میں پیش پیش حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور دست بقبضہ تیار ہو گئے۔ کہ ابھی اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ حضرت عباس نے سب کو روک دیا۔ اور فرمایا کہ میں امان دے چکا ہوں۔ اور اپنی امان میں لا رہا ہوں۔ اس کے بعد حضور کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ ابوسفیان امان کے طالب ہو کر آئے ہیں۔ اور ساتھ آپ نے سفارش کی۔ تو آپ نے پہرہ اقدس پھیر لیا۔ ابوسفیان نے عرض کیا حضور آپ بڑے رؤف و رحیم ہیں۔ ہم نے آپ لوگوں کے ساتھ بہت ظلم کئے۔ مگر آپ کے کریمہ اخلاق سے امید وار ہیں۔ کہ آپ درگزر فرمادینگے۔ اور اجازت دینگے۔ کہ ہمیں مکہ میں جا کر امن کا اعلان کر دوں۔ سرکار نے فرمایا۔ ابوسفیان یہ نہیں ہو سکتا۔ تمہاری صرف رعایت کی جا سکتی ہے کہ تمہیں خود امان دی جاتی ہے۔ ابوسفیان نے عرض کیا حضور مجھے صرف اگر امان مل گئی۔ تو کیا قوم سب ہلاک ہو جائیگی۔ باب عالی سے ارشاد ہوا۔ اچھا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا اس کو بھی امن مل جائیگا۔ ابوسفیان نے پھر درخواست پیش کی کہ سرکار اگر آپ کے مکہ میں داخل ہونے کے بعد اعلان ہو بھی جائے تو میرا مکان تو تمام اہل مکہ کے لئے کافی نہیں۔ جو باہر رہ گئے وہ قتل کئے جائینگے۔ آپ کا رحم و کرم تو بہت وسیع ہے۔ رحمتہ للعالمین نے ارشاد فرمایا جو شخص ہمارے لشکر کو دیکھ کر اپنے گھر میں داخل ہو جائیگا اس کو بھی امن دیا جائیگا۔ پھر ابوسفیان نے عرض کیا۔ کچھ کم بخشی اور فرمائیں۔ تو ارشاد ہوا۔ اچھا جو شخص ہمارے لشکر کو دیکھ کر ہتھیار ڈال دیگا وہ بھی مامون ہوگا۔

یہ خوشخبری سُن کر ابوسفیان مکہ میں داخل ہوئے۔ اور اعلان کیا کہ بس اب مکہ میں لالت و عنزی کی حکومت کا آخری دن ہے۔

تاریخ اس پر شاہد ہے۔ کہ جب فاتح کسی مفتوح ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اس ملک میں قیامت کا

نقشر ہوتا ہے۔ اپنے شاہانہ جاہ و جلال۔ و دبیر کو قائم رکھنے کے لئے بے دریغ خون بہایا جاتا ہے۔ آج جبکہ ستائے ہوئے اور ملک سے نکالے ہوئے بھینٹیت فلاح کے داخل ہوتے ہیں تو آسمان کے پرندے زمین کے درندے اس بات کے منتظر ہیں کہ اب انسانی خون سے ہولی کھیلی جائیگی اور ہمارے لئے انسانی گوشت کی خوراک مہیا ہوگی۔ لیکن آنکھ اور منظر دیکھتی ہے۔

کفار مکہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے یہ مبارک منظر دیکھ رہے ہیں کہ ابوطالب کا قیمتنا سوار دس ہزار کاٹھی دل لشکر اپنی کمان میں لئے ہوئے فتح مندی و نصرت کا پرچم لہراتا ہوا اکبہ کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ صحابہ کرام جوش کے ساتھ پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ اے قریشی فرزندوں آج ہم تم سے اپنے مظالم کا بدلہ لیتے۔ ایک کے بدلے دس کے خونوں سے اپنی تلواروں کی تشنگی بجھاؤ گے۔

ابوسفیان بھی انہی کی جماعت میں کھڑے یہ جوش بھرے کلمات سن رہے تھے۔ کہ دوڑ کر قصواری کی نکیل پکڑ لی۔ اور عرض کیا۔ حضور آپ کی جماعت بدعتی کا ارادہ رکھتی ہے۔ سعد ابن عبادہ ایسا کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔ آپ نے ابوسفیان سے کہا۔ گھبراؤ نہیں آج کا دن یوم العتاب نہیں ہے بلکہ یوم نظر رحمت و العاطفت ہے۔ تم اطمینان رکھو۔

جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا لا ترتیب علیکم الیوم آج میں تمہیں کہتا ہوں۔ فادھوا انتھم الملقاء لا تقریب علیکم الیوم۔ جاؤ تم آزاد ہو۔ آج کے دن تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائیگا۔

مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ رحمت میں فیض یاب ہو رہے تھے کہ مکہ میں یہ خبر اڑ گئی کہ مسلمان قریش کا کارواں تجارت لوٹنے کے لئے آ رہے ہیں۔ اس خبر پر قریش بڑے زور شور کے ساتھ حملہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا۔ اسی وقت قبیلہ خزرج کے رئیس حضرت سعد ابن عبادہ نے عرض کیا۔ خدا کی قسم اگر آپ فرمائیں۔ تو ہم ہمد میں کود پڑیں۔ آپ نے رمضان ۳۲ھ میں تین سو تیرہ مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور چاہہ بدر کے مقام پر قریش ایک ہزار سپاہ اور سو سوار لے کر مقابلہ پر آ گئے۔

قارئین شمس الاسلام کے سامنے جنگ بدر کا واقعہ پیش نہیں کرنا ہے۔ بلکہ آیت مادیت اذاریت و لکن اللہ دہی کے دلچسپ نکتہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم کو دیکھتے ہوئے حضور کی عفو اور درگزر قوم پروری پر نگاہ کرتے ہوئے یہ واقعہ اعداء کی نگاہ میں تعجب خیز ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کبھی بدی کا بدلہ دینے والے نہ تھے۔ ان کا ہاتھ کسی کی ضرر رسانی کے لئے کبھی اٹھتا نہ تھا۔ آج جب

دشمن پوری طاقت کے ساتھ سامنے ہے تو آپ نے کنکریوں کی مٹھی اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی۔ تو آپ کے اس فعل سے مسلمان دنیا کے سامنے خلق محمدیہ کو نمونہ بنا سکیں گے۔

سبحان اللہ اللہ جل جلالہ کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے حبیب پاک کے اخلاق کی نسبت ایسی باتیں بھی کسی جائیں۔ جھٹ اس کی نفی فرمادی۔ اور بتلادیا۔ کہ اخلاق محمدی تو وہی ہیں جو دنیا بھر میں مسلمہ ہیں۔ مگر اس واقعہ میں ہمارے نبی کا ذاتی فعل شامل نہیں۔ اس فعل میں ان کی نیت شامل نہیں۔ نبی نے ہمارے حکم کی تعمیل وہی کام کیا۔ جو تیر انداز کے ہاتھ میں ایک کان کا ہے۔ لہذا ہمارے رسول کی ذات کے متعلق کوئی لفظ مت نکالو۔ اسے ہمارے ہی جلال کی ایک شان سمجھو۔

ارشاد ہوتا ہے کہ مَا وَصَّيْتُ إِذَا وَصَّيْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحِيٌّ۔ اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی۔

اذا انصرفت میں فعل کاشفات اُسی حیثیت سے ہے جو کمان کا تیر انداز ہی میں ہے۔ اور حیثیت میں فعل نبوی کی نفی اُسی حقیقت پر ہے جو تیر انداز کے سامنے کمان کی ہے۔ لہذا آیت کا محل اصلی رب رسول ہے۔ رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے دشمن کو بھی دوست بنا لینے کی تدبیر سکھائی۔ (اذ فزع بالنبی الھی احسن فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاٰفَةٌ وَّتٰیٰ حَمِيْمٌ۔ برائی کی مافعت خوبی دینے کی سے کرو۔ پھر تو تمہاری صلاح والالہی تمہارا گرم جوش دوست بن جائیگا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جو قتل کو قتلوں کے ساتھ موالات کے اصول سکھاتا ہے۔ اور عدم موالات کی حد کو بھی قائم کر دیتا ہے۔ تاکہ موالات کی تعریف جامع ہو جائے۔ اور مانع بھی۔ اور ارشاد فرمایا تعاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعَدْوٰی۔

جملہ اقسام کوئی میں اور جملہ انواع خدا ترسی میں تم سب کے ساتھ تو تعاوَن کیا کرو۔ اور جملہ اصناف گناہ میں۔ نیز جملہ اشکال عدوان میں تم کسی کی مدد نہ کیا کرو۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے گنہگار انسان کو اسرارِ توبہ کی تعلیم دی۔ توبہ کے اجزاء بتائے۔ ہر ایک جزو کی جداگانہ خاصیت اور ترکیبی ماہیت کو تفصیل سے سمجھایا۔

اگر حضور پر نور رحمۃ للعالمین کے بوصاف اور خصوصیات بیان کی جائیں۔ تو دفترِ امتنا ہی درکار ہے اور جس ذات والا صفات کی توصیف و تعریف خود رب العالمین کرنے والا ہے۔ ایک عاجز اور مجھ ایسے کم استعداد انسان کی مقدور میں کماں تک ممکن ہے۔

ذکر جمیل :-

ذلت میں ہوں بیکار ہوں
چینے سے بھی بیزار ہوں
میں کس قدر بیمار ہوں

کچھ کچھ میری دوا
شاہِ اُمم، نورِ خدا

یا رحمة للعالمین

اے صاحبِ کون و مکان
اے مالکِ ہر دو جہاں
اے افتخارِ لا مکان

کر درد کی میری دوا
ختمِ الرسل، بدر اللہ جا

یا رحمة للعالمین

اے حضرتِ والا حشم
کر مجھ پہ تو چشمِ کرم!
ہوں دور سب رنج و الم

شاہِ جہاں، نورِ لدی
اے خاتمِ کلِ انبیاء

یا رحمة للعالمین

اللہ اجل اور تو جمیل
وہ ہے جمال اور تو جمیل
وہ اصل ہے اور تو اصل

اُس کی خوشی تیری رضا
تیری خوشی اُس کی رضا

یا رحمة للعالمین